

کھاؤ اور بیو (حری میں) ایسا نہ ہو کہ جسیں اپر چڑھنے والی روشنی منتظر کرے (اور تم کھانا پینا موقوف کر دے) بلکہ اس وقت تک کھاؤ بیو جب تک سرفی نہ بھیل جائے۔

تذکری فرماتے ہیں کہ اس باب میں عدی ابن حاتم "ابودزر" اور سرو اہن جدب کی روایات بھی ہیں، یہ حدیث حسن اور اہل علم کے نزدیک معمول بھی ہے، "حضرت عبد اللہ ابن عباس" فرماتے ہیں کہ جب تک روشنی نہ بھیل جائے کھاتے پہنچ رہو، ابن عباس نے لفظ "ساطع" کہا ہے صاحب الفہرست نے اس کی تفسیر "متغطیل" سے کی ہے جتنی جب تک روشنی لمبا میں نہ بھیل جائے، اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو زردی کے ظہور کے طاوہ کسی جیزہ احتداون کرنا چاہیے، مسافر کے لئے نماز کے اوقات کا جانانا اس لئے ضوری ہے کہ وہ بعض اوقات کوچ کرنے سے پہلے نماز پڑھنا چاہتا ہے تاکہ راستے میں اترنا نہ پڑے، یا جلدی نماز پڑھنا چاہتا ہے تاکہ آرام کر لے، اگر کوئی شخص نماز کو پہنچنی وقت تک کے لئے موخر کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو یہ زیادہ بہتر صورت ہے اگرچہ اس میں تکلیف زیادہ ہے اور اول وقت کی فضیلت کا نیمیع بھی ہے، مگر اس تاخیر سے پہنچنی وقت میں نمازوں کا ہوتی ہے، اور اول وقت معلوم کرنے کے لئے جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔

کتاب آداب السماع والوجود سماع اور وجود کے آداب کا بیان^(۱)

جاننا چاہیے کہ جس طرح پتھر اور لوہے میں ٹکر اور نہنکن کے سینے میں بانی پوشیدہ ہے اسی طرح دلوں میں اسرار کے خزینے اور جواہر چلی ہیں، دلوں کے چلی اسرار کے انہمار کی تدبیر سماع سے بہتر کوئی دوسرا نہیں ہے، جو راستہ کا توں سے ہو کر گزرتا ہے وہ براہ راست دلوں سے متعلق ہے، موندوں اور خوبصورت نفعے ہاتھ کو آذھار کرتے ہیں، خواہ وہ برائیوں سے پر ہوں یا نجیبوں سے مزمن وہ معمور دل بھرے ہوئے برتن کی طرح ہے جب اسکو اللہ کے توبی لکھنے جو اس میں ہو گا دلوں کے لئے سماع ایک بھی کسوٹی اور معیار صادر ہے جب یہ نعمات دل پر اثر انداز ہوں گے ان سے وہی باقی نہ ہوں گی جو ان پر غالب ہیں خواہ وہ باقی اچھی ہوں یا بہری، آج کل لوگ سماع کی طرف زیادہ مالک ہیں، اصل نہ ہم سماع اور وجود کی حقیقت، اسکے جواز و عدم میں طاوہ کا اختلاف، فوائد اور نصائح، اور شرائط و آداب کا تفصیل سے ذکر کرنا چاہتے ہیں، تاکہ یہ موضوع مشح ہو کر سامنے آجائے اور کسی طرح کا کوئی سمجھلک یا خفاہاتی نہ رہے۔

پہلا باب سماع کے جواز میں علماء کا اختلاف اور قول فیصل

جاننا چاہیے کہ اول سماع ہوتا ہے، سماع سے دل پر ایک حال طاری ہوتا ہے اسے وجود کرنے ہیں، وجود سے اعضا کو حرکت ہوتی ہے، اگر دل حرکت غیر موندوں ہو تو اس کا نام اخطرب ہے، اور موندوں ہو تو حال اور رقص ہے، اس باب میں پہلے ہم سماع کا حکم بیان کریں گے اور وہ مختلف اقوال ذکر کریں گے جو اس سلطے میں وارد ہیں، پھر سماع کے جواز پر یہ محاصل تکلیفوں کے، اور آخر میں ان دلائل کا جواب دیں گے جو اس کی حرمت کے قائلین سے محقق ہیں۔

علماء کے اقوال کی روشنی میں سماع

قاضی ابوالیوب طبری نے امام شافعی^(۱) امام مالک^(۲) امام ابی حنفی^(۳) سیفیان ثوری^(۴) اور دوسرے متعدد علماء کے حوالے سے نقل کیا

(۱) سماع ایک اخلاقی موضوع ہے، کتاب السماع والوجود کے آخر میں ہم نے اس موضوع پر حضرت قیامتی کے اعلانات خواشی میں درج کئے ہیں۔
قرآن کریم وہ خواشی ضور دیکھے تھیں۔

کی صفات دیکھئے گا۔ احمد اہل صافع کی حکمت دلوں میں پیدا کرتی ہے، اس حکمت سے محبت جنم لتی ہے، اور یہ محبت حشق حق کا روپ اختیار کرتی ہے۔

حشق الہی میں شرکت کا تصور ممکن نہیں، باقی تمام حشق اور محبتیں شرکت تجویل کرتی ہیں، اسلئے کہ ہر محبوب کی نظر ہو سکتی ہے خواہ وجود میں ہو یا امکان میں، ہر مشتعل کا بدل مل سکتا ہے خواہ ابھی یا آحمد، چل کر، لیکن باری تعالیٰ کی نظر ممکن نہیں ہے، نہ اب ہے نہ پہلی بھی تھی، اور نہ آئندہ بھی ہوگی، اسکا حال ہے مثال ہے، اسکی صفات لاہانی ہیں، اسکا صحن عالم النظیر ہے، غیر اللہ کا عشق چاہی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا، البتہ کورہا ملن اور کرم حمل میں حجاں توں سے قربت رکھنے والے لوگ حشق بہاذی ہی کو سب کچھ کہتے ہیں، ان کا سطح ظفر و مصال یا رہے، جس کے معنی ہیں ظاہری جسموں کا مانا اور تعالیٰ کی شہوت پوری کرنا۔ ان گدھوں کے سامنے حشق، شوق، دسال اور الس جیسے پاکینہ الفاظ استعمال نہ کرنے چاہئیں، بلکہ دنی الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جوان کے حقیر مقاصد کے میں مطابق ہوں، چوپائیوں کے سامنے گھاس پھوس رکھا جاتا ہے اسی کو وہ شوق سے کھاتے ہیں، زگس و زنجان، نسترو یا سکن جیسے پھول ان کی خوراک نہیں بن سکتے۔ باری تعالیٰ کے حق میں صرف وہ الفاظ بولئے چاہئیں جو کسی ایسے حقیقی کے لئے نہ بولے جاتے ہوں جس سے باری تعالیٰ کی تحریم و تقدیم واجب ہے۔

باری تعالیٰ کے ذکر سے اس کا عشق بڑھاتا ہے، اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، محبت نہیں کہ بعض مثاقیل پر وہ وجود غالب آئے کہ ان کے دل پھٹ جائیں، اور روح کا رشتہ جسم سے ختم ہو جائے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اسراً مُلْئَل میں ایک بُرْکا بُنْا اپر تھا، اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ یہ آسمان کس نے پیدا کیا ہے؟ ماں نے جواب اللہ نے لڑکے نے پوچھا، اور یہ نہیں کس نے نہیں کیا ہے؟ ماں نے کہا ہے لڑکے نے بُرْکا کے پہاڑوں کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ اتنے اونچے اونچے پہاڑوں کی کارکمی کا نہیں ہے، ماں نے پھر وہی جواب دیا، لڑکے نے پہاڑوں کے متعلق بھی میں سوال کیا، اور ماں نے اس مرتبہ بھی اللہ ہی کا نام لیا، اس لڑکے نے کہا اللہ کی محبت شان ہے، اور اپنے آپ کو پہاڑ سے نیچے کرالیا، اور گلے گلے ہو گیا (ابن حبان)، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ائمۃ اللہ تعالیٰ کی جلالت شان، اور کمال قدرت کے دلائل نے، اور اس ذکر سے اس پر وجد طاری ہوا اور وہ بے خودی کے عالم میں پہاڑ سے گر کر رینہ رینہ ہو گیا، تمام آسمانی کتابیں اسی لئے نازل ہوئی ہیں کہ لوگ اللہ کا ذکر کر سیں، اور وجد و طرب کی کیفیت سے دوچار ہوں، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد لکھا ہوا سکھا ہے کہ ہم نے تمہارے سامنے لکھا یعنی تم طرب کی کیفیت سے نہیں گز رہے، ہم نے مزار بجا یا لیکن تم نے رقص نہیں کیا، ہم نے اللہ کے ذکر کا شوق والا یا مگر تمہارے دلوں میں شوق پیدا نہیں ہوا۔

یہ مानع کی اقسام، اسباب اور مختیارات کی تفصیل تھی، اس تفصیل سے یہ ہاتھا ظاہر ہو گئی ہے کہ بعض مواقع پر مानع مدد ہے، اور بعض مواقع پر مستحب۔ لیکن یہ اباحت و استجابت مطلق نہیں ہے، بعض حالات میں مानع منع بھی کیا جاتا ہے۔

مماع کی حرمت کے اسباب

: پانچ اسباب کی بنا پر مماع حرام ہو جاتا ہے، ذیل میں ان تمام اسباب کی الگ الگ تفصیل کی جاتی ہے۔

پہلا سبب : یہ ہے کہ گائبے والی حورت نا حرم ہو، شریعت نے اسکی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اسکا کا اسناد اس لئے جائز نہیں کہ اس کی کواز قند میں بھلا کر سکتی ہے، امر و کا حکم بھی لگا ہے، اس کی کواز خنے میں بھی قنے کا خوف ہے، اسلئے امر و کا مماع سے بھی منع کیا گیا، اور یہ حکم صرف مماع کا نہیں بلکہ ایک حورت یا امر و سے کلام کرنے یا ان کی مخلافت منے کا بھی لگا حکم ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حورت یا امر و کے مماع کی حرمت ہر مرض کے حق میں عام ہے یا صرف ان لوگوں کے حق میں

ہے جن کے متعلق فتنے میں جلا ہونے کا خوف ہو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قند کی لذت سے یہ مسئلہ محتمل ہے، اور دو اصولوں پر مبنی ہے، پہلی اصل یہ ہے کہ اجنبیہ کے ساتھ غلوت کرنا اور اسکے چونہ کو رکنا حرام ہے، خواو فتنے کا خوف ہویا نہ ہو، اسٹے کہ غلوت اور بیعت دونوں ہی محل قند ہیں اگرچہ فی الحال کوئی اختال نہیں ہے، لیکن یہ اختال خارج از امکان بھی نہیں ہے صورتوں کے حسن و حرج سے لطف نظر شریعت نے اس حکم کے ذریعہ فتنے کا دروازہ ہی بند کر دیا۔ دوسرا اصل یہ ہے کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو امرد کی طرف رکنا مباح ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امرد کا حکم وہ نہیں جو عورت کا ہے، بلکہ اس میں فتنے کے خوف کی تبدیلی جاتی ہے۔ عورت کی آواز ان دونوں اصولوں پر منطبق ہو سکتی ہے، اگر ہم آواز کو چڑھو دیکھنے پر تیاس کریں تو اس کا سنتا حرام ہے، قیاس قریب سے بھی آواز کی حرمت ثابت ہوئی ہے، لیکن دکھاجائے تو آواز اور چڑھو کا حکم یہیں ہو سکتا، اس لئے کہ شہوت سے اولاد رکھنے کی خواہش ہوتی ہے آوازنے کی نہیں، اسی طرح شہوت دیکھنے سے جس قدر بجزیقی ہے اس قدر آوازنے سے نہیں بجزیقی، نیز عورت کی آواز صرف خامیں ستر ہے، عام حالات میں ستر نہیں ہے، صحابہ کرام کے نالے میں عورتیں مردوں سے باعث کیا کرتی تھیں، سلام بھی کرتی تھیں، سلام کا جواب بھی دیتی تھیں، اور مسائل بھی معلوم کیا کرتی تھیں، لیکن کہوں کہ صالح کی آواز اور غیر صالح کی آواز میں فرق ہے، صالح کی آواز سے شہوت کو زیادہ تحريك ملتی ہے کہ عورتوں کی آواز کو فوجیز لاکوں کی صورت میں قیاس پر جائے، جس طرح لاکوں کو مرد کا حکم نہیں دیا گیا اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنی آوازیں تخلی رکھیں، اسٹے بجزیقی ہے کہ خوف قند کو مرد اور حکم نہایا جائے اور حرمت صرف ان لوگوں کے حق میں ہو جن کے پارے میں خوف ہو کر وہ فتنے میں جلا ہو جائیں گے، اس قیاس کی تائید حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو لاکوں کے گائے کا ذکر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقینی طور ان لاکوں کی آواز من رہے تھے، لیکن آپنے ان کی آواز سے اس لئے احتساب نہیں فرمایا کہ آپ پر فتنے میں جلا ہونے کا خوف نہیں تھا، اس سے معلوم ہوا کہ آواز کا حکم عورت اور مرد کے احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، بوڑھے کا حکم وہ نہیں ہے جو جوان کا حکم ہے، ان امور میں جوان اور بوڑھے کے فرق کی تنظیر بھی ملتی ہے، خلا اہم یہ کہتے ہیں کہ روزے کی حالت میں بوڑھا آدمی اپنی بھوپی کا پوس لے سکتا ہے، لیکن جوان آدمی کے لئے بوس لہما جائز نہیں ہیکوں کا بوس جانع کا مقتضی ہے، اور جماعت سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

دوسرے اسباب : یہ ہے کہ گلہ صالح ہو، خلاؤدہ یا سچے بجاست جائیں جو سخواروں اور مختلقوں کا شعار ہیں، جیسے مزمیر، ساز اور دھوک، اسکے علاوہ جتنے ہیں وہ سب اپنی اصل لمحی اباحت پر ہیں، خلاؤدہ بجا بخوبی والے دف اور قفارے بجائے یا لکڑی وغیرہ سے گستاخانہ۔

تیسرا اسباب : یہ ہے کہ کلام میں خرابی ہو، چنانچہ اگر صالح میں گائے جائے والے اشعار میں فتنہ اور بیرونہ مظہر میں ہوں، یا ان میں کسی کی ہوکی گئی ہو، یا اللہ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر افترا پر داری کی گئی ہو، جیسا کہ رانضی فرقے کے لوگ صحابہ کرام پر حمرا کرتے ہیں اور اسکی ہوئیں اشعار گمزیتے ہیں، یہی کلام کا سنتا خواہ منظوم ہو یا منثور، ترجم ہو یا بلا ترجم کے حرام ہے، اس طرح کا کلام مختنے والے کا وہی حکم ہے جو کہنے والے کا ہے، اسی طرح وہ اشعار بھی جائز نہیں جن میں کسی مخصوص عورت کے اعضاء پر دن کی تعریف و توصیف کی گئی ہو، اسٹے کہ مردوں کے سامنے عورت کا اس طرح ذکر کرنا جائز نہیں ہے، جس سے اس کے اعضاء اور پردن کا حال معلوم ہو، البتہ کافروں اور بد حیوں کی ہوکرنا اور ان کے عیوب کو لکھن و نشر کی ہو رائے میں بیان کرنا اور سنتا جائز ہے، چنانچہ شاہزاد رسول حضرت حسان ابن ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفار کی ہجوں اشعار سنایا کرتے تھے، بعض اوقات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس طرح کے اشعار سنائے کا حکم فرماتے (انختاری و سلم)۔ براء بن عازب (غزل کے اشعار) میں تالیل ہے، قصائد کے شروع میں بلور حسن آغاز عورتوں کے خدو خل، اور قدو قامت کا

ظاہری ہو یا باطنی۔ جمال ظاہری کا تعلق آنکھ سے ہے اور جمال باطنی کا تعلق محل سے ہے۔ ایک شخص ظاہر میں اچھا ہے یعنی اسکے اعضا متناسب ہیں، رنگت صاف ہے۔ قدو مقام معتدل ہے، یہ سب ظاہری جمال کے اجزاء ہیں، یہ جمال آنکھ کے حاسے سے معلوم ہوتا ہے، دوسرا شخص باطن میں اچھا ہے، وہ فطیم ہے، مالی مرتبہ ہے، حسن اخلاق کے زیر سے آرائی ہے، اسکے دل میں حقوق خدا کے لئے بھلائی اور خیر کا جذبہ ہے، یہ باطن کا جمال ہے، ظاہر کی آنکھ ادارک نہیں کر سکتی، یہ سب امور حسنة کلب سے معلوم ہوتے ہیں، فقط جمال جس طرح ظاہری حسن کے لئے بولا جاتا ہے، اسی طرح باطنی خوبیوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص حسین و حبیل ہے، مگر اس سے ظاہری محل و صورت مراد نہیں ہوتی، بلکہ اخلاق حسنة اور صفات حسیدہ مراد ہوتی ہیں، کوئی سے جس طرح اس کی محل و صورت کی ہٹا پر محبت کی جاتی ہے، اس طرح سیرت و کوار اور اخلاق و صفات کی ہٹا پر بھی محبت کی جاتی ہے، یہی محبت بڑھتے بڑھتے عشق کا درجہ انتیار کرتی ہے، چنانچہ اسے مدراہ شافعی ہائک اور ابوحنیفہ کے لئے اپنے دلوں میں محبت و عشق کے بذبات رکھنے والے ہزاروں لوگ موجود ہیں جوان کی خاطر جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں، عشق میں جو ملتو افسوس حاصل ہے وہ شاید ہی کسی عاشق کو میرت ہو، ہم رات دن ایسے انہی شخص کی محبت میں بتلا ہوتے ہیں جن کی صورت کبھی نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ وہ خوب صورت تھی یا بد صورت، میکن ان کے اخلاق ان کے کوار، اور مسلمانوں کے لئے ان کی خدمات ہمیں ان کی محبت پر مجبور کرتی ہیں، نہ کوئی شخص اس محبت پر اپنی حرمت کا انتہاء کرتا ہے، نہ اس کی کیفیت دریافت کرتا ہے، مگر کیا بات ہے کہ لوگ عشق اپنی کی کیفیت معلوم کرتے ہیں، اور عارفین کے دلوں میں اس محبت کی پیدائش کا سبب دریافت کرتے ہیں، جس ذات پاک کا یہ حال ہے کہ دنیا کی ہر خوبی اس کی خوبیوں کا پرتو اور ہر حسن اس کے جمال کا شخص ہے، محل سمع، بصر اور دوسرے حواس کے ذریعہ بہن خبرات، لذات اور صفات کا ادارک ہوتا ہے، وہ سب اسی کے بحثنا پڑوا کنار کا ایک قطرہ اور لانزوں خزانوں کا ایک ذرہ ہیں خواہ ان کا تعلق، ازل سے ابد تک کسی بھی وقٹے سے ہو اور اعلیٰ ملتیں سے اسفل الشان قلیں تک کسی بھی حصے میں ہو، جس ذات پاک کے یہ اوصاف ہوں کیا اس کا عشق ناقابل فہم ہو سکا ہے، جو لوگ باری تعالیٰ کے ان اوصاف سے واقف ہوں گے ان کے دلوں میں یقیناً اس کی محبت ہوگی، اور یہ محبت بڑھتے بڑھتے عشق کا درجہ انتیار کر لے گی، بلکہ اس میں اتنی قوت اور اتنا کمال پیدا ہو جائے گا کہ اس کے بعد اسے عشق کہنا ظلم ہو گا کیون کہ عشق کا فقط محبت کے اس کمال کا صحیح طور پر انتہاء نہیں کر سکا جو عارفین کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات کہ شدت غمہوری جس کے ظہور کا جواب ہے اور اس کے نور کی چکری اسکے جمال کا پررو ہے، اگر وہ ذات پاک نور کے ستر جا بول میں نہ ہوتی تو دیکھنے والوں کی نکاہیں اس کے انوار کی کرنوں سے جل کر خاکستر ہو جاتیں، اگر اس کا ظہور اسکے عقلي ہونے کا سبب نہ ہو تا تو عقلیں دیکھ رہے جاتیں، دل پر شان ہو جاتے، قویں مطلع اور اعضا منتشر ہو جاتے، بالفرض اگر لوہے کے سینے میں پتھر کا مل بھی ہوتا تو اسکی جگلی کے انوار کی ایک اونٹی کرن بھی لوہے کو پکھلا دیجی اور پتھر کو رینہ کر دیتی پتھر میں یہ طاقت کماں کر وہ دن کے اجائے میں باہر آئے اور آناب کی خیاباں کرنوں سے آنکھ ٹالسکے۔

کتاب محبت میں ہم تلاسمیں گے کہ فیرالله کی محبت قصور فہم اور نادانی کی علامت ہے، محقق کامل کے نزدیک حقیقی محبت صرف باری تعالیٰ سے ہو سکتی ہے کیون کہ محقق کی نظر ظاہری اشیاء پر نہیں تمہری بلکہ آنکھے خالق پر تمہری ہے، ظاہری اسباب کو اہمیت دنے والا ہو کا شیوه ہے، اہل معرفت نسبت اسباب کو اہمیت دیتے ہیں، مثلاً ایک شخص کی نظر امام شافعی کے علموں پر ہے، وہ ان کی تصانیف میں ان کے علوم کا جلوہ دکھتا ہے، اگرچہ ان کتابوں میں علوم کے علاوہ بھی بہت کچھ جیزیں ہیں، جملے اور عمارتیں ہیں، کاغذ، سیاہی اور جلد ہے، لیکن وہ ان جیزوں کو درخواست نہیں سمجھتا، صرف علوم کو اہمیت دیتا ہے، اور ان میں امام شافعی کا عکس خلاش کرتا ہے جن سے اسے محبت ہے۔ دنیا کی موجودات پر نظر ڈالنے، یہ تمام موجودات باری تعالیٰ کی تعینیف اور اس کا فعل ہیں، جو شخص ان موجودات کو اس نقطہ نظر سے دیکھے گا کہ وہ باری تعالیٰ کی صفات اور تخلیق ہیں وہ ان میں صاف و خالق

اگ کی نہ شن چنگامیوں پیدا کرتی ہے، اسی طرح ملائی کی رکھ بناٹن کے علی لٹاکف اور جیب و غیرہ مکافات ظاہر کرتی ہے، یہ لٹاکف و مکافات کیا ہیں؟ ہر شخص ان کی حمایت یا ان میں کر سکتا، صرف وہی لوگ ان احوال سے والق ہیں جنہوں نے اس کا ذاتیہ پچھا ہے، جو لوگ ان احوال کی نسبت و حلوات سے محروم رہے وہ ان کا االدار کرتے ہیں۔ قصوف کی زبان میں ان مخصوص احوال کا نام جو ملائی کے نتیجے میں قبیلہ پر طازی ہوں وجد ہے، ذمہ دہوں سے مشتمل ہے جس کے معنی میں صادق یعنی سامع نے اپنے دل میں وہ احوال موجود رہے ہے میں نہیں تھے، بھر ان کے احوال کے نتیجے میں جو رذاف اور تواب یہدا ہوتے ہیں وہ دل کو جلا دلتے ہیں اور اسے تمام گلائشوں سے پاک کر دیتے ہیں۔ جس طرح اگل سوئے کو کہنن ہماری ہے، اس تزکیہ و تغیریہ کے بعد قلب کو مکافات اور مثابوں کی قوت حاصل ہوتی ہے، یہ قوت ہی ہماری تحال کے مٹاٹ کے متعدد کی اختیار اور ان کی ریاست و مبارکت کا شروع ہے۔

سماں سے حاصل ہونے والے احوال کا سبب وی ہے جو پہلے ہم یاد کیا چاہکا ہے، یعنی روحوں کو مولوں نغمات کے ساتھ متناسب ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ مناسبت پیدا کی ہے اور روحوں کو نغموں کا سخنہ بیان ہے، لیکن وجہ ہے کہ جس طرح کے فتنے ہوں روحوں پر اسی طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، خوشی، فخر، شوق، انتہاش اور انہجاڑا کی یہ تمام یقینیں نغموں سے طاری ہوتی ہے اور ظاہر جس بھی ان کی یقینیات کا اعتماد کرتا ہے، آواز کے ساتھ روحوں کی متناسب کا سبب علم کا شفہ کے اتفاق میں ہے، ہر شخص کے بس کی ہاتھیں کہ وہ اس سبب کو دریافت کر سکے۔ غبیٰ تند زہن اور سنگ طل آدمی سماں کی لذت سے محروم رہتا ہے، اسے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو سماں سے لذت حاصل کرتے ہیں، اور اس لذت سے ان پر وجد کی یقینی طاری ہو جاتی ہے، ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے، ایسے لوگوں کی حیرت دراصل محرومی کی وجہ سے ہے اگر وہ بھی سماں کی لذت کا اور آک کر سکتے تو انہیں حیرت نہ ہوتی، ان کا عالی چھپائی کی طرح ہے، جو مروء انہیں گھاس دانے میں ملتا ہے وہ حلوبے اور سبزے میں کھاں، ناموں سے جماع کی لذت یا ان کرنے لگو تو کیا اسے تمہاری ہات پر یقین آئے گا، پچھے کو اقتدار اور جادو منصب کی لذت کا کیا پتا؟ جاہل آدمی کو کیا معلوم کر اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے جلال، اس کی عظمت، اور خوبی صفت کی معرفت میں کیا مزہ ہے، یہ سب لوگ مختلقہ چیزیں کی لذت کے اور اک سے امریں لگوں کہ ان میں وہ قوت ہی نہیں ہے جس سے اور اک کیا جائے کے، ایک شخص ذاتی کی قوت سے محروم ہے، کیا اس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی چیز کا مزہ بیان کر سکے گا، اندھے سے مشاہدے کی لذت، اور بہرے سے سماں کی لذت معلوم کرنا حادثت ہے، اسی طرح محل سے محروم ان چیزوں کا اور اک نہیں کر سکا جن کا تعلق محل سے ہے، سماں کی لذت بالتمیٰ حس پر موقوف ہے، جس شخص میں یہ سُنی نہ ہو اس سے سماں کے الکاری کی توقع کی جاسکتی ہے۔

عشق الہی کیا ہے؟ یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ پاری تعالیٰ سے محبت اور عشق کے کیا صورتیں؟ اور سماج کے ذریعہ اس جذبہ، عشق کی تائید و تحریک کا کیا مطلب ہے؟ اس سلسلہ میں یہ بات ہاں لئی چاہئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں ان کے دلوں میں اس کی محبت کی شمع بھی روشن ہے اور اس کا اجالا انتہا ہے جتنی ان کی معرفت ہے، جس کی معرفت پختہ ہوتی ہے اس کی محبت بھی پختہ ہوتی ہے اور پختہ محبت ہی عشق ہے، عشق فرط محبت کو کہتے ہیں، محبت میں ایک مرتبہ ایسا بھی آتا ہے کہ آؤں سب کچھ چھوڑ کر محبوب کا ہو جاتا ہے، "محبوب کا تصور" اس کی یاد، اسکے وصال کی آرندھی اس کا اصل سرایہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب سرکار دو عالم ملی اللہ علیہ وسلم نے ربِ کرم کی ہمارت کیلئے غار حرام میں تعالیٰ اختیار فرمائی تو لوگوں نے کہا کہ محمدؐ نے ربِ رہماش قوچے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی جان لئی چاہئے کہ جس قوتِ در کے ذریعے جمال کا ادارک ہوتا ہے اس کے نزدیک ہر جمال محبوب ہے، اور کہوں کہ اللہ تعالیٰ جمل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، اس لئے دنیا کے ہر جمال میں اس کے حسن کا پرتو نظر آتا ہے خداوند جمال

کے پابند تھے یا آپ کو ان کے خصے یا دارِ اصلی کا انتہا تھا یہ صورت تو اس وقت تھی جب کہ وہ درخواست کرتی اور آپ انکار فرم رہی تھے ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ لڑکوں کے لئے گانا اور دوف بجا ہا جائز ہیں، اگرچہ حضرت ابو بکرؓ نے اے شیطان کے مزار سے شیشہ دی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ امسیں سچھنہ کو، اس کی نعمتی ہوتی ہے کہ ان لڑکوں کے لئے اور دوف شیطانی مزار بنتے، لڑکوں کے گائے کے دوران آپ لیٹھے رہے، اور ان کی آواز آپ کے کاتوں میں پڑتی رہی، بالغین اگر آپ کسی ایسی جگہ ہوتے جمال برباد و غیرہ بجائے جا رہے ہوتے تو آپ یقیناً "دہاں قیام کرنا ہرگز پسند فرماتے۔ معلوم ہوا کہ حورتوں کی آواز ان کی حرمت مزار کی حرمت کی طرح نہیں، بلکہ حورتوں کی آواز صرف ان موقع پر حرام ہے جمانِ حق کا خوف ہو، ان تصویں سے ثابت ہوتا ہے کہ خوشی کے اوقات میں گانا چاہا وف بجا، احتیاروں سے کھلنا، بیشیوں اور زنجبوں کا ہمچوں کھانا جائز ہے، روایات میں اگرچہ عید کا دن ہے، لیکن عید کے دن کی صاف سرور ہے، اور سرور عید کے طلاوہ بھی ہو سکتی ہے، شادی، ولہ، حقیقت، ختنہ، سفر سے واپسی وغیرہ کے موقع بھی خوشی کے ہیں، ان موقع پر خوشی کے اظہار کے وہ سب طریقے اپنائے جاسکتے ہیں جن کا روایات سے ثبوت ملتا ہے۔

ششم، عشقیہ غزلیں : مخالف بھی گماستہ ہیں، ان کے سامع کا مقصد آتشِ شوق کو بہر کرنے اور شحلہِ عشق کو ہوارینے کے علاوہ کوئی دوسرا سیسی ہوتا، بعزمِ عشق سامنے ہوتا ہے اور اس کی موجودگی میں اشعار پڑھے جاتے ہیں، اس صورت میں لذت کی نوازتی مقصود ہوتی ہے، بھی عشق کے فراق میں گیت گائے جاتے ہیں، ان گیتوں سے جذبہِ شوق فزوں ہوتا ہے، اگرچہ جدا ہی میں تکلیف گروصل کی آرزو اس تکلیف میں یک گونہ لذت پیدا کر دیتی ہے، ہتنا شوق ہوتا ہے اسی قدر لذت زیادہ ہوتی ہے، عشق کے حسن و جمال کی تعریف بھی لطف رہتی ہے، یہ سامع جائز ہے بشرطیکہ عشق ان لوگوں میں سے ہو جن کا وصال شرعاً جائز ہے، شماً "بھی اور ہاندی۔ ان کے عشق میں گیت گانا جائز ہے، خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں اگر موجود ہوں تو خود ان کا گانا بھی نہ جائے سکتا ہے، عشق کو اس میں بھی لذت ملتی ہے، بلکہ اس میں خلفِ حُم کی لذتیں جمع ہو جاتی ہیں، آنکھ درپدار حسن سے لذت پاتا ہے، کانوں کو آواز کے حسن سے مزدہ ہے، وہن و گروصل و فراق کے تلیفِ معانی سے لطفِ حاصل کرتے ہیں، لذت کے یہ اسہاب دنیاوی میانگیں، اور لمحہ لمحہ میانگیں دا خل ہونے کے ہادی حدود میانگیں، اسی طرح اگر کسی شخص کی ہاندی ناہار ارض ہو جائے، اور اس کے وصال میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو آقا کے لئے جائز ہے کہ وہ سامع سے شوق کی آن بہر کائے، اور وصال کے تصور سے لذت حاصل کرے، لیکن اگر کسی نے اپنی ہاندی فروخت کر دی، یا یہ دی کو طلاق دے دی، اس صورت میں سامع کے ذریعہ عشق کے جذبے کو ہوا نہ جائز نہ ہو گا، اس نے کہ جمال وصال اور دید ارجائز نہیں وہاں عشق اور شوق کی حریک بھی جائز نہیں، چنانچہ کسی لڑکے یا غیر محروم حورت کا تصور کر کے سامع میں مشغول ہونا حرام ہے، لیکن کہ اس سے قلب میں حرام افعال کا دامہ پیدا ہوتا ہے، اکثر عشقان اور بے وقوف نوجوان شوہر کے ظہے میں اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے حق میں سامع منوع ہے، ممانعت کی وجہ یہ نہیں کہ سامع میں کوئی خرابی ہے، بلکہ خرابی ان کے تصور کی ہے، اگر وہ تصور نہ ہوتا تو ان کے لئے سامع جائز ہوتا۔ کسی دالش مند سے عشق کے متعلق پوچھا گیا، اس نے جواب دیا کہ عشق ایک دخواں ہے، ہو انسان کے دامنگی طرح پرداز کرتا ہے، یہ دھواں سامع سے بہت ہے اور جماعت سے زائل ہو جاتا ہے۔

ہفتم، عاشقان خدا کا سامع : یہ ان لوگوں کا سامع ہے جن کے رُج و پے میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق سراہیت کے ہوتے ہے، اس کے دید اور کا شرف حاصل کرنا ان کی تمام ربانیوں اور حیادوں کا مقصد ہے، جو دنیا کی ہر چیز میں اپنے محبوب کے نور کی بُلی رکھتے ہیں، ہر آواز اُسیں محبوب کے دید کی خبر دیتی ہے، سامع سے اس کا عشق پہنچا ہے، اس کے شوق کی آن بہر کیتی ہے، وصال محبوب کی آرزو زیادہ ہو جاتی ہے، سامع ان کے دلوں کے لئے جنمیق ہے، جس طرح پتماق کی رگڑ پتھر کے پینے میں

تلکر کرنا شرعاً کا معمول رہا ہے، سمجھ پڑے کہ اس طرح کے اشعار پر صنایع خواہ گواز سے ہو ڈا بخیر گواز کے حرام نہیں ہے "البتہ سامع کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیان کردہ اوصاف کا محل کسی غاصب ہوت کو قرار نہ دے، تاہم اگر وہ ہورہا اس کی محدود یوں یا مملوکہ ہاندی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، ابھی ہورت کو اشعار کا موضوع بنا اور اس ملٹے میں فخر گن کرنا ہنا ہے، جس شخص کا حال یہ ہو کہ وہ نا محترم ہورتوں یا امروں کو اپنا موضوع بنا، یا جو اشعار نئے افسوس مخصوص ہورتوں یا امروں پر ڈھانے اسے سامع کی اجازت نہیں دی جائے گی، اسلئے کہ اسکے مل ڈھان پر عشق سوار ہے اور جو کچھ دستا ہے اسے اپنے مشوق پر ڈھاننا اس کا شرط ہے، "خواہ مناسبت ہو یا نہ ہو" استخاراً تی زبان میں بتتے ہے میں پیدا کرنے کی بڑی گنجائش ہے، میکن کہ کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جیسے بطور استخارہ متعارض معانی کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے، چنانچہ جس شخص کے مل پر عشق الہی کا قلبہ ہوتا ہے وہ زلفوں کی سیاہی سے کفر کی تاریکی، رخانوں کی تابندگی اور تازگی سے نورِ ایمان، وصال سے ہماری تعالیٰ کی ملاقات، فراق سے ہماری تعالیٰ کے مخفوب و مردود لوگوں کی ذمہ میں شمول، رقیب سے وہ تمام موافق، موافق اور آفاتِ مراد یافتہ ہے جو درج کے اضراب کا باعث بنتی ہیں، اور وصالِ الہی کی طرف قدم پہنچانے سے روکتی ہیں، ان الفاظ کو نہ کوہ معانی پر محول کرنا نہ کسی غور و کفر کا عذاب ہے، نہ استنباط و انتخراج کا اور نہ حملت و تاخیر کا بلکہ جس پر جو کیفیت غالب ہوتی ہے وہ ہر لفظ سے اپنی اسی کیفیت کا اظہار کرتا ہے، ہر لفظ سے وہی معنی مراد یافتہ ہے جو اسکے مل میں ہیں، چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ بازار سے گزر رہے تھے کالوں میں آوازِ بڑی "الخیار عشرة حبته" (کھبڑوں پیسے میں) یہ الفاظ سنتے ہی ان کی حالت دگر گوں ہو گئی، وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، لوگوں نے عرض کیا حضرت کیا ہوا؟ فرمایا اگر خیار (امبوں) کی قیمت دس پیسے ہے تو شرار (ہلوں) کی قیمت کیا ہو گی۔ ایک دوسرے بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار سے گزرتے ہوئے انہوں نے یہ جملہ سنایا ستر بری "لائنیں وجد آیا" لوگوں نے وجد کا سبب درافت کیا، فرمایا میں نے ساکر کئے والا گریا یہ الفاظ کہہ رہا تھا "اسع تبری" (کوشش کر تو میرا سلوک و کیمہ لے گا)، بعض بھی زیاد لوگ خالصِ عربیِ الشعارات سرد ہنگئے ہوئے، اور عالم بے خودی میں رقص کرتے ہوئے دیکھے گئے، اسلئے کہ عین کے بعض الفاظ قاری کے بعض الفاظ کے ہم وزن اور مشابہ ہوتے ہیں، اگرچہ ان کے معنوں میں نہیں و آسمان کا فرق ہوتا ہے چنانچہ کسی نے یہ معرفہ پڑھا، وہ بازاری فی المثل الایخال (میرے پاس رات میں اسکے خیال کے طاوہ کوئی نہیں آیا) ایک قاری نے یہ معرفہ سنا تو بے خود ہو گیا، لوگوں نے وجہ درافت کی، کہنے لگا اس میں ہے "مازاریم" قاری میں زار قریب الرُّگ اور آمادہ ہلاک شخص کو کہتے ہیں، عین کی ماذا فی کو اس نے قاری کی ضمیر رائے جمعِ حکائم (معنی ہم) بھی اور ہلاکت و موت کا تصور کر کے وجد کرنے لگا، عشقِ الہی کی آنکھ میں بلنے والے پر وجد کی جو بھی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اس کے اپنے فہم کے اعتبار سے ہوتی ہے، اور فہمِ تخلیٰ کی بیاناد پر ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس کا فہم شاعر کی زبان کجھے، اور اسکے نشانوں میں اس کے اتفاق کرے، آخرت کے ہونا کا تصور سے قلب کی جو بھی کیفیت ہو جائے کہم ہے، اس کا حق تو یہ ہے کہ حقِ حمل ہو جائے، اور احتمام بے جتنی و مغرب ہو جائیں۔ اہل حقِ حسن و عشق کی قصوں میں بھی اپنے مطلب کی حیثیت ملاش کر لیتے ہیں، وہ ابھی زبان کا نہانہ اس لفظ بھی نہیں گے تو اس کا وہ محل حلاش کریں گے جو ان کے قلب کی کیفیت سے ہم آہنگ ہو، جس شخص پر تخلیٰ کے عشق کا قلبہ ہے اسکو سامع سے احتراز کرنا چاہئے، اور جس پر عشقِ الہی کا قلبہ ہے اسے الفاظِ تحسان نہیں پہنچاتے، اور نہ ان طفیلِ معانی کے فہم میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں جو ذکرِ الہی کے دوام سے قلب پر ناصل ہوتے ہیں۔

چوتھا سبب : یہ ہے کہ سخنے والے میں غریب ہو، سخنے والے گی غریب یہ ہے کہ اس پر شہوتِ نفس کا غلبہ ہو، اور وہ مخفوانِ شباب کی حمل سے گزر رہا ہو، ایسا شخص شہوت کی دلیل میں پھنس جاتا ہے، ایسے شخص کیلئے سامع جائز نہیں ہے، خواہ اسکے مل میں کسی میمن و مخصوص شخص کی محبت قابل بیان نہ ہو، زلف و رغس اور وصال و فراق کے ذکر سے اس کی شہوت میں حرکت ہو گی اور وہ کسی ایسی مخصوص صورت کو ان الفاظ کا حصہ ادا کرنے کا جو شیطان اسکے ذہن میں وال دے گا، اس طرح شہوت کی آنکھ بزرگ

وٹھے گی اور فر کو مکمل پہونچے کا موقع ملے گا جس نے شوت کی آواز بیک کماں سے گوا شیطان کے لفکر کو لک کب بھم پنچالی اور اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ صرف آراء ہوئے میں اسکی عدو کی اور ححل کو لکھت دی جو اللہ کا لفکر ہے اور انسان کو شیطان کے پھیلانے ہوئے جال میں پہنچنے سے چھاتی ہے، شیطانی لفکر یعنی شوات اور اپنی لفکر یعنی دور ححل کے درمیان ایک سلسہ جگ جاری ہے، اور قلوب اس جگ کامیابی ہیں، صرف وہ دل اس جگ کی خود ریبیوں سے محفوظ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق و کامرانی سے سرفراز فرمایا، اور انہوں نے دور ححل سے شیطانی فریب کو لکھت دے دی، مگر اپنے قلوب بست کم ہیں، زیادہ تر دلوں میں یہ خوفناک جگ جاری ہے، ملکہ بست سے دل شیطانی شوتوں سے لکھت کھاچکے ہیں، ان دلوں کو اس سرنوسان جگ سیا اکرنے کی ضورت ہے، نہ یہ کہ شیطانی لفکروں میں اضافہ کیا جائے، اور ان کے تھیاروں کی دھار تیز کروی جائے، وہ لوگ جن کے دل کا دور لکھت کھاچکا ہے، سماں میں مشغول نہ ہوں، ان کے لئے سماں ایسا ہے گواہ شیطانی تھیاروں کی دھار رکھ رہے ہوں، اور انہیں سلسہ بر سریکار رہنے کی دعوت دے رہے ہوں۔

پانچواں سبب: یہ ہے کہ سنتے والا عام لوگوں میں سے ہو، یعنی نہ اس پر حب الہی کا ظہر ہو کہ سماں اسے اچھا لگے اور اسکے حق میں مفید ثابت ہو، اور نہ وہ کسی حقوق کے عشق میں جلا ہو کہ سماں پنچائے، اس طرح کے لوگوں کے حق میں دوسری لذتوں کی طرح سماں بھی مباح ہے، لیکن اس پر موافقت کرنا، اور اپنے پیشتر یا تمام اوقات اس کی نظر کرنا سخت مکروہ ہے، ایسے لوگ احمق ہیں، ان کی شماتت قابل روئے، اسلئے کہ وہ سماں میں مشغول رہتے ہیں جو اگلے لئے ایک کھل کی حیثیت رکھتا ہے، جس طرح صفحو پر موافقت سے کہہ رکھا جنم لیتا ہے اسی طرح میاہات پر اصرار کرنے سے صفحو بن جاتا ہے، مثلاً زیگیوں اور جیشوں کے کھل تاشے دیکھنے پر موافقت کرنا مکروہ ہے، اگرچہ اس کھل کی اصل منوع نہیں ہے، بلکہ مباح ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھل دیکھا ہے، اور دوسروں کو بھی دیکھنے کی اجازت دی ہے، میں حال ہلکن کا ہے، یہ کھل بھی مباح ہے، لیکن اس پر موافقت کرنا سخت مکروہ ہے، اگر سماں سے کھل یا لذت مقصود ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے، مگر یہ اجازت اسلئے ہے کہ دل و دلخ گو کو کچھ راحمد و آرام نہ رائے، بعض اوقات دل کے بست سے امراض خللاستی اور غفلت و غیرہ کا علاج تھوڑی دیر کے آرام سے ہو جاتا ہے، آرام کے اس مختبر و قلعے کے بعد آدی چاق و چور دہو کر اپنی باتی اوقات دنیا کے کاموں مثلاً کسب معاش اور پورش اولاد و غیرہ وارثی کاموں مثلاً نماز اور حداوت قرآن میں لگا رہتا ہے، اب اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کسی کھل کے لئے وقف کر دے تو وہ ان اہم کاموں کے لئے وقت کیے نکال پایے گا مختبر کھل، یا حصول لذت و راحت کا مختبر و قد ایسا ہے جیسے سرخ دسغیہ رخسار پر ایک نغمہ سایاہ تھی، یہ تل پر جرس کا حسن ددلا دلا کر دتا ہے، لیکن اگر تمام چورے پر تل پیدا ہو جائیں تو کیا وہ چور دسغین و چیل کلانے کا مستحق رہے گا اتنا خراب ہو جائے گا کہ لوگ اس کی طرف و لفڑا بھی گوارا نہیں کریں گے، کفرت کی وجہ سے یہ صنعت میں بدل جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اپنی چوری کی زادتی اپنی ہو یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ مباح کی کفرت ہو، اکفریہ کراہت اور حرمت حکم جاہنمی ہے، مثلاً بعلی مباح ہے لیکن اس کی کفرت حرام ہے، سماں کی اباحت کو بھی دوسری تمام مباح جزوں کی اباحت پر قیاس کرنا چاہئے۔

سماں کی مطلق اباحت پر اعتراض کا جواب: اس بحث کے آغاز میں ہم نے سماں کو مطلقًا مباح کہا ہے، لیکن سماں کے عوارض کی تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ سماں بعض لوگوں کے حق میں مباح ہے اور بعض لوگوں کے حق میں حرام ہے، اس تضاد پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ جس حکم میں تفصیل ہو وہاں ملی الاطلاق ہاں یا نہ کہونا صحیح نہیں ہے، حالانکہ تم (مصنف) نے سماں کو مطلقًا جائز کہا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الاطلاق ان امور میں منوع ہے جن کی تفصیل خود ان امور کی وجہ سے پائی جائے، لیکن جو تفصیل عوارض کی وجہ سے پیدا ہواں میں الاطلاق منوع نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر ہم سے کوئی شخص شد کے متعلق درافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھاکر آپ اپنے جو مبارک کے دروازے پر کھڑے ہیں اور جبی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے تھیماروں کا تاشا دکھلارہے ہیں، آپ نے نگہ اپنی چادر میں چھپا رکھا ہے اگر میں بھیں کامیابی کرے تو آپ میں خاطر اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک میں خودی اکابر نہ ہٹ جاتی (مسلم) حضرت عائشہؓ یہ بھی فرمائی ہیں کہ میں کھڑتے صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گزریں سے کھیلا کتی تھی، میرے ساتھ میری سیلیاں بھی کھیلا کرتی تھیں، بھی ایسا ہتاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھر بن تحریف لے آئے تو میری سیلیاں شرم کی وجہ سے انور کرے میں تکمیل جاتی، آپ ان کی آمد سے اور میرے ساتھ میں کھڑتے تھے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھر بن تحریف لائے تو میں گزریں سے کھیل رہی تھی، آپ نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: گھوڑا ہے، فرمایا: یہ کیا ہیں؟ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے جو ان گزریوں کے درمیان میں ہے؟ میں نے عرض کیا: گھوڑا ہے، فرمایا: یہ کیا ہیں؟ آپ نے گھوڑے کے اوہ را در لئے ہوئے پہلو کی جانب اشارہ فرمایا: یہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کے دوپر ہیں، فرمایا: کیا گھوڑے کے پر بھی ہوتے ہیں؟ میں نے کہا: کیا آپ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان کے گھوڑوں کے پر تھے، آپ یہ سن کر ادا نہیں کہ آپہ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں (۱) ہماری نزویک یہ روایت لڑکیں کی عادت پر محول ہے کہ وہ ملیٹا کپڑے کی صورت مکمل کے طبق تصویر ہاتھی ہیں، چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ گھوڑا اور اسی کے بال کپڑے سے بنائے تھے، حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بھان کیا کہ ایک روز میرے پاس دو لاکیاں بخات کے ہوں گا جیسے کہ ایکی میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحریف لائے، آپ ہماری طرف سے کوٹ لے کر لیت گئے، اتنے میں حضرت ابو بکرؓ نے ایکی میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑتے ہوئے زانجاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں شیطانی ملی (گیت کاہا اور سننا) کرتی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی کواز سنی تو ان سے فرمایا کہ انہیں کھو مت کو، جب ابو بکرؓ غافل ہو گئے تو میں نے ان لاکیوں کو آنکھ سے اشارہ کر دیا، وہ اہمیت لگی، یہ صہد کا ہن تھا، باہر مسجد میں جبی تاشا دکھلارہے تھے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کھل دیکھنے کی اجازت چاہی، یا شاید آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم کھل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا: ہی ہاں، آپ نے مجھے اپنے چھپے کمزرا کیا، میرا خوار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ ان سے فرمائے تھے کہ اے نی ارفہ کھیتے رہو، یہاں تک کہ میں تھک گئی، آپ نے فرمایا اے عائشہؓ بس! میں نے عرض کیا تھا، اس پر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اب اندر جاؤ (ہماری و مسلم) ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ گھانا اور کھلینا حرام نہیں ہے۔ نہ کوہ ہالا احانت سے بہت سے امور میں رخصت کا ثبوت ملتا ہے ہذا یہ کہ آپ نے بھیوں کو کھیلنے اور دوسروں کو ان کا کھل دیکھنے کی اجازت دی، حالانکہ وہ صرف کھیلنے کی نہیں بلکہ کھیلنے کے دران تاپنے کہتے ہیں، میں کھل کر کھل میں تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کے کھل میں ہو سکتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بھیوں سے یہ فرمایا کہ اے نی ارفہ کھیتے رہو، اس جملے میں کھل کی اجازت بھی ہے، اور حکم بھی، اس صورت میں کھل کو حرام کس طرح کا جا سکتا ہے نہ صرف یہ کہ آپ نے کھل دیکھا، کھل جاری رکھنے کے لئے کما بلکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی منع کیا، حضرت ابو بکرؓ کو اس سے کہ وہ لاکیوں کو گانے سے نہ روکیں، اور حضرت عمرؓ کو اس سے کہ وہ بھیوں کو کھیلنے سے منع نہ کریں، اس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ آج عید کا دن ہے، یعنی خوشی اور سرسرت کا دن ہے، لور کھلنا، اور گھانا خوشی کے اکابر کا ذریعہ ہیں، حضرت عائشہؓ سے کھل دیکھنے کے لئے آپ نے خود دریافت فرمایا، نیز آپ ان کی خاطر پر تک کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خودی تھک کر ہٹ گئیں، پھر مل اس کی بات کی دلیل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے بھیں آتا اور انھیں کھل دکھا کر خوش کرنا تھا، تھثث اور سخت گیری سے بھڑتے ہے، اس اسوہ مبارک سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اس طرح کے موقع پر عورتوں سے خود ان کی خواہش دیکھنے کے لئے معلوم نہیں کی تھی کہ آپ ال خانہ کی مرضی

(۱) ہماری و مسلمی پر روایت مکھرا "حلال ہے" گھوڑے کے پر کا واقعہ ابو داؤد میں ہے۔

وپیروں کی خوشی میں، حظ قرآن کے موقع پر یا کسی غائب شخص کی آمد پر یہ سب مباح موقع ہیں، شریعت نے اس طرح کے موقع پر خوشی کا انعام کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ جس وقت سرکار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرت فرمائی، اور مدد نہ کرو کر اپنے مبارک وجود سے رونق خوشی توہاں کی مورتوں نے مجھوں پر چڑھ کر آپ کو خوش آمید کیا، دل بجا کر اور اس طرح کے اشعار پڑھ کر اس بے پیاس سرست کا انعام کیا جو آپ کی آمدتے انھیں ہوئی تھی۔

طلع البد ر علينا
وجب الشكر علينا من ثبات الوداع
مادعى الله داع
جئت بالامر المطاع
ابها المبعث فيما

(۱) پر ثبات الوداع سے بدر کامل نے ظلوغ کیا ہے، ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارتے والا باقی رہے، اے وہ مبارک ذات کو جو ہم میں تذہیر نہ کر سیجے گئے آپ اللہ کی طرف سے ایسے احکام لے کر تحریف لائے ہیں جن کی طاعت واجب ہے، بھر حال یہ آخر ضر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی تھی، جس کے پاکیزہ و محمود ہوتے ہیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکا، شعرو نور اور قصہ و طرب کے ذریعہ اس خوشی کا انعام بھی محمود تھا، چنانچہ بعض صحابہ کے حلقل متعلق ہے کہ وہ آخر ضر صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور اچھلنے کو نہ لگے (ابوداؤد۔ علی) رقص کے احکام آئے والے ہب میں ہماں کئے جائیں گے، انعام سرست کے یہ طریقہ مباح ہیں، اور کسی بھی آئے والے کی آمد پر یا کسی بھی ایسی تقریب کے موقع پر جس میں سرست جائز ہو ان طریقوں سے اپنی شانہ مانی کا انعام کرنا درست ہے۔ یعنی میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے آخر ضر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجھے اپنی چادر میں چھپا لیتے ہیں اور میں بھیوں کا کھیل دیکھتی جو مہجنیں تکمیل کرتے تھے، پھر انہیں تک کہ میں خود ہم اتنا جاتی (عمری و مسلم) حضرت عائشہؓ اس وقت تو عمر تھیں، اس عمر کے پہچان اور پہنچے عموداً کھیل میں بے احتساب پھری رکھتے ہیں، اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ حضرت عائشہؓ کتنی دیر کھیل دیکھتیں ہوں گی کہ تک بھی جاتی تھیں، حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت اس طرح ہے کہ میں نے آخر ضر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ مجھے کپڑے میں چھپائے ہوئے ہیں اور میں ان بھیوں کا کھیل دیکھ رہی ہوں جو مجرم کے گھن میں کھیل وکھارہے ہیں، اتنے میں حضرت عمرؓ اور انہوں نے بھیوں کو ڈانت کر سکتا تھا (اور جبیشی ڈر کر بھاگتے گئے) آپ نے فرمایا: اے بنی ارفة! تم بے خوف رہو (اور کھیل جاری رکھو) (۲) (۲) عماری و مسلم نے روایت کی ہے کہ علیل نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے نقل کیا کہ حضرت ابو بکرؓ (ابنی صاحبزادی) عائشہؓ کے پاس تحریف لائے، متنی کے دن تھے، اس وقت ان کے پاس دو چھوکریاں پیشی ہوئی وف بخاری تھیں اور آخر ضر صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے ڈھانپے ہوئے (آرام فرا رہے) تھے، ابو بکرؓ ان چھوکریوں کو ڈانتا کہ آخر ضر صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائے ہیں اور تم شور بخاری ہو، آخر ضر صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی آواز سنی تو چڑھ مبارک سے چادر بٹائی اور فرمایا کہ ابو بکرؓ چھوڑو، اُسیں کچھ موت کو، یہ عید کے دن ہیں۔ چھوکریاں حارثؓ ایک شاب سے اس مضمون کی روایت نقل کی ہے، البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ چھوکریاں گیت گاری تھیں اور وف بخاری تھیں۔ (۳) ابو طاہرؓ این وہب سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ خدا کی تھم، میں نے

(۱) یہ روایت نقل نے دلائل انبیاء میں حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے

(۲) یہ روایت مسلم میں ابو ہرثیا سے متعلق ہے، "اما بابی لرفۃ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ آپ نے فرمایا کہے غرائب ہیں کچھ نہ کہو، البتہ مسلم اور نسائی میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔" دو دلکشیاں بھی اینہے ارجمند ہیں۔

(۳) علیل کی روایت زہری سے بخاری نہیں، اور چھوکریاں حارثؓ کی روایت زہری سے مسلم میں ہے۔

کے کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ تو ہم اسکے حوالہ میں کہیں کسی طرح کی کوئی حرمت نہیں ہے۔ حالانکہ کہ یہ ان گرم مزاج لوگوں کے حق میں حرام ہے جیسیں اس سے نصان ہوتا ہو، اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کے متعلق سوال کرے تو ہم اسے مطلقاً حرام کہیں کے، حالانکہ شراب اس شخص کے لئے جائز ہے جس کے حق میں کوئی ل Ced و قبوہ انج ہائے اور اسے فوری طور پر کوئی سیال چیز پانی یا بندھہ و فیروں اس لئے کو حق سے بیچے آتا رہے کے لئے نہ ہے لیکن اس جواز سے کون شخص یہ استدلال کر سکتا ہے کہ شراب مطلقاً حرام نہیں رہی، شراب اس حیثیت سے کہ وہ شراب ہے حرام ہے اس کے استعمال کی اجازت ضرورت کی بنیاد پر دی گئی ہے، لیکن اس حد کا ہے شد اس حیثیت سے کہ شد ہے حلال ہے، حرمت صرف ضرر کی وجہ سے ہے جو ایک عارض ہے، شراب کی اباحت بھی عارض کی وجہ سے تھی، جوہات عارض کی وجہ سے ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، مثلاً بیک حلال ہے لیکن اگر یہ بیچ جد کی الاذان کے وقت ہو تو حرام ہے، اس مخصوص وقت میں بیچ کے حرام ہونے کی وجہ سے یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ بیچ کی مطلقاً حلال باتی نہیں رہی لیکن حال و در سے عارض کا ہے، سماع کو بھی دیکھ مباہ امور پر قیاس کرنا ہا ہے، سماع کی یہ تعریف ہے کہ وہ خوب صورت مولود اور اڑ میں باعثی کلام کا سنا ہے اس کی اباحت پر دلالت کرنی ہے، اب اگر اس میں کسی طرح کی کوئی حرمت واقع ہوگی تو وہ امر غامقی کی وجہ سے ہو گی۔ امر ذاتی اس کی حرمت کا سبب نہیں بنے گا۔ اباحت کی دلیل ہم لے بہت واضح اندراز میں بیان کر دیتی ہے، اب نہیں اس شخص کی پرواہ نہیں جو اس تفصیل کے بعد بھی اپنی مخالفت پر قائم رہے اور غور و فکر سے کام نہ لے۔

امام شافعیٰ اور سماع : امام شافعیٰ نے گانے کو حرام نہیں کہا ہے، البتہ اپنا پیش نہانے کی مخالفت کی ہے اور یہاں تک کہ وہ ہے کہ جو شخص اسے بطور پیش اپنائے اسکی گواہی قبلہ نہ کی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سماع لمحہ ہے اور لمحہ کی موافقیت مکروہ ہے اور مکروہ بھی ایسا جو باطل کے مقابلہ ہے، اس طرح کے مکروہ کاموں کو بھی کے طور پر احتیار کرنا مخالفت ہے، اور اس سے جیسیں شرافت و اندار ہوتی ہے، ہاں اگر کوئی شخص گانے میں مشورہ نہ ہو جیسی اسے گواہ کیا جاتا ہو اور وہ گانے شنیے یا نہانے کے لئے عادتاً کہیں آتا جاتا ہو اس کے لئے بعض تفریج طبع کے لئے بھی کہا جائے تاہم کچھ کہیتا جائز ہے، اس سے اس کی شفافت بمحروم نہیں ہوتی، اور نہ شہادت فیر معتبر ہوتی ہے، امام شافعیٰ نے ان دو لڑکوں کی حصہ سے اپنی رائے کا استنباط کیا ہے جو حضرت عائشہؓ کے گھر میں کہا گاری تھیں، یوں اس مہد الحلال کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیٰ سے پوچھا کہ اہل مسند سماع کو جائز کہتے ہیں؟ فرمایا: میں کسی ایسے جوازی عالم سے واقع نہیں ہوں، جس نے سماع کو حرام قرار دیا ہو، البتہ وہ سماع جائز ہیں کے یہاں بھی حرام ہے، جس میں (عورتوں) کے لوساف بیان کئے گئے ہوں، حدی منازل کے آثار کے گیت کاہا مباہ ہے، امام شافعیٰ نے سماع کو باطل کے مقابلہ کھیل قرار دیا ہے، جہاں تک کھیل کا تعلق ہے وہ حرام نہیں ہے، چنانچہ آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشیوں کا کھیل تباہ کیا ہے، اور اسے برا نہیں جانا ہے، نیز اگر کھیل کو لٹھا اور بے مقصود کام کے مقابلہ تصور کیا جائے تو بھی اس پر باری تعلق کے سواعدے کا اندیشہ نہیں ہے، کھیل کر اگرچہ یہ فعل بجهت ہے گراس سے شریعت نے منع نہیں کیا، مثلاً اگر کوئی شخص یہ طے کر لے کہ وہ دن میں سو مرتبہ اپنا ہاتھ سر پر رکھا کرے گا تو اس کا یہ فعل مبہت ضرور ہے لیکن حرام نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا يُؤاخِدُكُمُ اللَّهُمَّ لِغَوْفَرِي إِنْمَانِكُمْ (بَلْ رَأَيْتَ ۚ۸۹)

اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو حرم (ڈنے) پر۔

جب خدا کا نام کسی شے پر عزم کے بغیر بطور حرم کے لینے میں کوئی مواخذہ نہیں ہے تو شعرو نفر اور رقص پر کیسے مواخذہ ہو گا، اس فعل کی لمحہ اس فعل کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اب رعنی باطل کے مقابلہ ہونے کی بات اس سے بھی سماع کی حرمند تباہ نہیں ہوتی، اس لئے کہ امام شافعیٰ نے مقابلہ بالمقابل استعمال کیا ہے اگر آپ باطل بھی کہہ دیتے تو بھی یہ حرمت کی صریح دلیل نہ ہوتی، لکھ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سماع قائدہ سے غالی محل ہے، باطل اسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی قائدہ نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی

مغض اپنی بھوی سے کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، اور بھوی یہ کہے کہ میں نے خرید لیا ہے تو کما جائے گا کہ ان کا یہ عقد باطل ہے حرام نہیں ہے بشرطہ ان کا متصد مذاق اور دل گھی ہو، ہل اگر انہوں نے اس بحث و شراء کو اس کے حقیقی معنی تسلیک پر محول کیا تو یہ معاملہ جائز نہ ہو گا کیونکہ شریعت نے اس تسلیک سے منع فرمایا ہے۔ امام شافعیؓ نے مائع کو مکروہ بھی کہا ہے، یہ کراہت ان موقع پر محول کی جائے گی جو ہم نے ابھی ذکر کئے ہیں یا یہ کما جائے گا کہ اس سے کراہت ختنی کی مراد ہے، پچانچہ تمپے نے خلنگ کی اباحت صریح الفاظ میں بیان کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں ہر کھلیل کو مکروہ سمجھتا ہوں، اگر ہر کھلیل ان کے نزدیک مکروہ ہے تو خلنگ کی اباحت کے ختنی ہوئے کی تائید اس ملحوظے سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے اس ملحوظے میں بیان فرمائی اور جس کا حاصل یہ ہے کہ کھلیل و بنداروں اور شریفوں کا شجوہ نہیں ہے، کھلیلوں پر پابندی کرنے والے کی شادت کا قبول نہ ہونا بھی مائع کی حرمت پر دلالت نہیں کرتا، اس لئے کہ شادت تو اس مغض کی بھی قبول نہیں کیا جاتی جو بازار میں کھاتا ہے، بعض اوقات ان لوگوں کی گواہی کا حق بھی ساقط کر دیا جاتا ہے جو کسی فیض پیشے میں مشغول ہوں، مثلاً حیا کہ (کپڑے بننے کا پیشہ) براج ہے مگر کیوں کہ یہ اہل متوات کا پیشہ نہیں ہے اس لئے اس پیشے والے کی گواہی قول نہیں کی جاتی۔ اس تفصیل کا حاصل یہ لکھا کہ امام شافعیؓ کے نزدیک مائع زیادہ سے زیادہ مکروہ ختنی ہے، مگر غالب یہ ہے کہ دوسرے ائمہ نے بھی کراہت ختنی مرادی ہوگی، اگر ایسا نہیں ہے تو کریم صفات میں جو کہ ہم نے عرض کیا وہ ان کا جواب سمجھا جائے۔

قا ملکین حرمت کے دلائل کا جواب

پہلی دلیل : جو لوگ مائع کو حرام کہتے ہیں ان کی پہلی دلیل یہ آئیت کریمہ اور اس مضمون کی دو سری آیات و احادیث ہیں، ارشادِ ربانی ہے :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُشْتَرِئُ لِهُوَ الْخَلِيلُ (پا ۲۱۰ آیت ۶)

اور، حقاً آدمی ایسا (بھی) ہے جو ان بالتوں کا خرید رہتا ہے جو (الله سے) غافل کرنے والے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ حسن بھریؓ اور فتحیؓ فرماتے ہیں کہ لموالہت سے گناہ مراد ہے، نیز حضرت عائشہؓ یعنی روایت کے بوجب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى حَرَمَ الْقِينَتَوْبَيْعَهَا وَثَمَنَهَا تَعْلِيمَهَا (طبرانی اوسط)

اللہ تعالیٰ نے گانے والی لوڈیوں کو، اس کے بیچے کو، اس کے دام کو، اور اس کی تعلیم کو حرام قرار دیا

ہے

اب ہمارا جواب سنئے، اس حدیث میں قینۃ سے مراد وہ باندی ہے جو مردوں کے لئے سخواری کی محلوں میں گانا گائے یہ مسئلہ ہم پلے بیان کرچے ہیں کہ فساق کی محلوں میں، اور ان لوگوں کے سامنے جن کے متعلق قینۃ میں جتنا ہوئے کا خوف ہو اجنبی سورت کا گانا گانا جائز نہیں ہے، اور قینۃ سے مرادی ہے کہ وہ گانا ان کر منوع امور میں توث ہو جائیں، عام طور پر عرب اسی طرح کے ٹپاک مقامد کے لئے باندی خریدتے تھے باندی اگر اپنے مالک کے لئے گانا گائے یا قینۃ کا خوف نہ ہونے کی صورت میں فیر مالک کے لئے گائے تب کوئی حرج نہیں ہے، نہ کوئہ حدیث سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اباحت کی دلیل وہ روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو لڑکوں کے گانے کا ذکر ہے اب آئیے آئیت کی طرف، آئیت میں لموالہت خریدنے کا ذکر ہے اور آگے اسکی مقابلت کا جب بیان کیا گیا ہے کہ کوئی مغض لموالہت خرید کر لوگوں کو جادہ حق سے نہ ہٹائے لوگوں کو حق کے راستے پر چلنے سے روکنا و اقتضای حرام ہے، اور بڑا گناہ ہے، آئیت میں اسی گانے سے منع کیا گیا ہے جس سے گراہی میں جتنا ہوئے کا اندیشہ ہو، مگر اس ملحوظے میں گائے کی تصحیح کیوں ہے، جتنی بھی چیزیں راہ راست سے ہٹانے والی ہوں وہ سبی حرام و منحر ہیں، حلاوت قرآنؐ کی کوچھے، اگر کوئی مغض لوگوں کو گراہ کرنے کے لئے قرآنؐ کریم کی حلاوت کرے تو اس کی یہ

سوم : رجزیات : تیسرا حرم میں نہ رجزیہ نہیں داخل ہیں جو مقابلے کے وقت پڑھی جاتی ہیں ان نہیں کے پڑھنے سے یہ مقدمہ ثابت ہوتا ہے کہ دل میں شہادت، لیری پر اقدام کی قوت اور مقابلے کی جرأت ہوتا ہو، یہ نہیں خوبصور اور مقابلہ کرنے والے فرقے ہیں ان نہیں میں شہادت کی تعریف اور فتح کے تین کا انتصار ہوتا ہے اور اگر آزاد اچھی اور الفاظ خوب صورت ہوں تو ان کا اثر زیاد ہوتا ہے اگر بچک مبارح ہے تو یہ رجزیہ گیت بھی مبارح ہیں بچک سحب ہے تو یہ رجزیات بھی سحب ہیں مسلمانوں سے بچک کرنے میں رجزیہ نہیں کی اجازت نہیں اور نہ دنیہ کے ساتھ مقابلہ آرائی کے موقود پر یہ نہیں پڑھی جاسکتی ہیں کیونکہ وہ تمام امور بھی منوع ہیں جو کسی مفعع کی طرف دایمی ہوں رجزیہ نہیں پڑھنا حضرت علی اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے فیور اور شجاع حجاجہ کرام سے متعلق ہے بچک کے میدان میں باہر و فیروزہ بجانا ہوا ہے کیونکہ کہ آجے کی آواز دلوں میں رقت اور حزن کی کیفیت پیدا کر لی ہے اور رفت و حرمن سے شہادت پر اثر پڑتا ہے وطن اور اعزہ اقرباء یاد آتے ہیں اور مقابلہ آرائی کی قوت میں کی آجاتی ہے کی حرم ان تمام نعمتوں اور آوالوں کا ہے جو دلوں میں سوز و گرمازیدا کریں فلم انگیز اور رقت خیز نئے بہادری اور جرأت و اقدام کی تعریف دینے والے نہیں کے خلاف ہیں چنانچہ اگر کسی غرض نے جاری کے فریضے سے روکنے کے لئے اور بہادروں کے دلوں میں سستی اور رقت کی کیفیات پیدا کرنے کے لئے فلم انگیز نئے چیزیں ہے تو وہ غرض گز کا رہے ہاں اگر اس نے ناجائز بچک سے روکنے کے لئے ایسا کیا تو اس کا یہ فعل مستحسن اور لائق اجر ہے

سوم : نوٹے : حرمی نہیں سے دل بھر آتا ہے اور طبیعت کملنے ہو جاتی ہے بعض کمزور دل ایک بہاکر اپنی اس کیفیت کا انتصار کرتے ہیں جو حرمی نئے سن کر اس پر طاری ہوتی ہے حرمی کی دو قسمیں ہیں محمود اور نعم حرم و حن وہ ہے جو شائع جانے والی چیزوں پر ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

لَكِنَّا لَا تَأْسُوا عَلَى مَا فَيَكُمْ تاکہ ہو حرم سے جاتی رہے تم اس پر نجس کو

(۲۷ آبتمبر ۱۹۶۲ء)

مردوں پر غم کرنا بھی اسی حرم سے تعلق رکھتا ہے جو لوگ اس پسندیدہ حرم میں جلا ہوتے ہیں وہ وراثی تعالیٰ کے دھیلے سے اپنی نار انگلی کا انتصار کرتے ہیں اور ان چیزوں پر السوس کرتے ہیں جن کا کوئی تدارک نہیں ہے کیونکہ دھوں سے اس حرم کو تحریک ملتی ہے اس نے نوڈ کرنے سے صراحتاً منع کروایا گی۔ (۱) محمود حرم وہ ہے جو باری تعالیٰ کی ناقابلی کے ارتکاب اور اجر و ثواب کے خیال پر ہو۔ اس صورت میں نہ صرف دل کا حرم سخن ہے بلکہ دننا اور بدنی صورت نہایت بھی پسندیدہ ہے اس کی مثل حضرت آدم طیب السلام کا رہنا ہے اس طرح کے فلم کو انتصار بھی سخن ہے کیونکہ کہ اس فلم سے گناہوں پر پیشہ ائمہ کے لئے قرب اور تھان کے تدارک کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو مومن کا مطلوب و مقصود ہے حضرت داؤ و طیب السلام کے گریہ ہم کی بھی وجہ تھی کہ وہ اپنی غالطیوں اور کوتایہوں کے تصور سے لرزہ براندام تھے ان کے حرم مسلسل کی کیفیت ان کے باطنی اضطراب کا مظہر تھی وہ نہ صرف خود روتے بلکہ اپنے دھوں سے دو سووں کو بھی رلاتے ہے بعض اوقات ان کے دھوں کی جملوں میں لوگ شدت فلم سے مر جاتے ان کے نوٹے لفڑا صوت سے ہمارت تھے یہ نوٹے محمود ہیں کیونکہ ان سے امر محمود گناہوں پر عدامت توبہ و استغفار، حلالیت، ماقات، پرمدد ملتی ہے چنانچہ اگر کوئی دامتلوگوں کے دلوں کا احساس پیدا کرنے کے لئے دلکش آوار میں بر سر نہ براس طرح کے حرمی نئے گائے اور دوسروں کو رلاتے کے لئے خوبی بھی نوٹے تو ان کا یہ فعل جائز ہے

چہارم : طبییہ گیت : خوشی کے موقع پر اس طرح کے گیت کہا جن سے خوشی کا انتصار ہوتا ہو جائز ہے بہتر طیکہ ان موقع پر خوش ہونا ازدور نئے شیع درست ہو، خلا میدين کے دلوں میں شادی بیوہ کی قارب میں بھول کی ولادت، تفہیم اور غتنہ

(۱) طاری و سلم میں امام علیہ السلام کی صمدی ہے "اتخذ علیہنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجیمعان لانتوح"

کلی حکم لگانے سے پہلے احوال اور اتفاق زیر بحث آئیں گے، نہایت کے اختلاف پر فور کیا جائے گا، اس لحاظ سے ملک کا وی حکم ہو گا جو قلب کے خیالات اور کیفیات کا ہے۔ ابو سلمان سمجھتے ہیں کہ ملک میں وہ بات پیدا نہیں کرتا جو اس میں نہ ہو بلکہ جو کہ اس میں ہوتا ہے اسے حرکت رکھتا ہے۔ اب تم ان موقع کا ذکر کرتے ہیں جہاں مونوں اور متفقی کلمات کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور دل پر اس کا اثر ہوتا ہے اس طرح کے موقع ساتھ ہیں۔

اول : حاجیوں کے لئے : حاجج اولاً عشرون میں مکھیے ہیں، نثارے اور دف بجا تے ہیں، اور حج کے لئے گاتے پہنچتے ہیں، یہ امر میہر ہے، اس لئے کہ ان کے لئے بیت اللہ تربیت، مقام ابر ایم، عظم، زرم، اور دوسرے شعائر حج کی عظمت کے مقابلین پر مشتمل ہوتے ہیں، یہ مقابلین سن کر لوں میں حج بیت اللہ اور زوارت روضہ اقدس کا شوق اپنہتا ہے، اور اگر کسی کے دل میں پہلے سے شوق ہو تو وہ اور زیارت ہو جاتا ہے، اگر حج حادث ہے، اور اس کا شوق پسندیدہ و محظی ہے تو وہ دل بھی محظی کو پسندیدہ ہو جائے گی، جو اس کے وجود میں زیارتی کا سبب بنتا ہے، جس طرح داعی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی تقریب میں شرک کے مہترن جملوں اور متفقی و متفقی مغارتوں کے ذریعے لوگوں میں حج کا شوق پیدا کرے، بھبھے اور مشاہر کے منافر اور اس حادث پر مٹھے والے اجر و ثواب کی تفصیل کر کے لوگوں کو تابع حج کرے اسی طرح فیروادعات کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ حکوم کلام مونوں اور احمدی آواز کے ذریعے یہ متصد حاصل کرے، اگر حکوم کلام میں آواز کا حسن اور مولودیت بھی شامل ہو جائے تو اسی میں اثر زیارت ہوتا ہے، اور یہ تاریخ اس وقت اور بھی زیارت ہو جاتی ہے جب دف اور نثارے بھی بھائے جائیں، لیکن اگر ان نعمتوں سے اس شخص کے دل میں آتشی شوق بھر کانی متصود ہو جس کے لئے حج کرنا جائز نہیں تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، مٹھا ایک شخص قرض حج ادا کر جکا ہے، اور اب وہ ملکی حج کرنا چاہتا ہے، مگر اس کے والدین اس کے ارادے پر مدارض ہیں، اس شخص کے لئے جائز نہیں کہ والدین کی مرضی کے علی الرغم اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنائے لور حج کے لئے روانہ ہو جب اس کا فعل جائز نہیں تو اس فعل کا شوق پیدا کرنا، اور اس کی ترمیم و لانا کب جائز ہو گا، خواہ وہ ترمیم شرکے دلائی جائے، یا تکم سے، یا کسی اور طریقہ سے، اسی طرح اگر حج کا راستہ خندش ہو اور یہ خیال ہو کہ سافر کی بلاکت ہیں ہی ہے تو بھی سڑکا شوق نہ دلانا جائز ہے، اس لئے کہ حج پر آمادہ کرنا نہیں بلکہ بلاکت کی درجت ہے۔

دوم : مجاہدین کے رسمے : حاجج کی طرح مجاہدین بھی جادو برداشت ہوئے سے پہنچ راستے میں، اور مجاز جگہ پر بختی کے بعد قدمے گاتے ہیں، ان نعمتوں میں جادو کے لغاگی بیان کے جاتے ہیں، شہادت اور بہادری کی تربیت کی جاتی ہے، کافروں پر فیض و مرضب کا اختصار کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت وی جاتی ہے کہ وہ جان و مال سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیں، دل میں جذبہ جماد پیدا کرے، اور بہادری کے ساتھ اللہ کی راہ میں قربان ہونے پر آمادہ کرنے کے لئے یہ لئے جیسے بردف ثابت ہوئے ہیں، مٹھا جتنی کہتا ہے۔

فَإِنْ لَا تَمْتَنَعْ تَحْتَ السَّيْوَفِ مَكْرُمًا

(اگر تو کوارڈلی کے سامنے میں عزت کے ساتھ نہ مرا اوزیل و خار ہو گر مرے گا)

ایک شاہر نے بیادریوں کو اس طرح لکھا رہا ہے۔

بِرِّ الْجَبَنِ أَعْلَمُ الْجَبَنِ حَزْمٌ وَ تَلْكِ خَدِيعَةَ الْطَّبِيعِ الْلَّهِ
(بزول کئے ہیں کہ بہنچا احتیاط کا نام ہے، حالاں کر یہ کینی نظرت کا فریب ہے کہ بزول کو احتیاط کما جائے)

یہ شہادت کے لئے ہیں ان سے دل میں جادو کا شوق اپنہتا ہے، اگر جادو صبا ہے، اگر جادو صبا ہو تو لوگوں میں شہادت اور بہادری کا جذبہ پیدا کرنا ممکن ہے، اور مستحب ہو تو مستحب ہے، مگر یہ اباحت صرف ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے لئے جادو میں شرکت کرنا ممکن ہے؟

ہاتھ پاؤں اور سر و غیرہ کی جیسی سے اس تاثر کا انعام ہوتا ہے۔ خود ری شیں کہ یہ تاثر صرف ان اشعار کا ہو جن کا مخصوص بھج میں آتا ہے، لیکن ورباب کی حرکات بھی تاثیر سے غالباً نہیں ہوتیں، بعض لوگوں نے یہاں تک کہ دیا کہ جس شخص کو موسم بہار کا حسن اور سختمانی ہوئے پھولوں کی رعنائی اور ستارے کے خوبصورت نئے تاثر نہ کریں، وہ فاسد مزاج ہے، اسکے مزاج کے نساوں کا کوئی علاج نہیں ہے، تاثیر میں سنتی فلسفی ایجادی چیز نہیں ہے، ہم یہ بحثے ہیں کہ نئے نئے پیشے لوری سے بیل جاتے ہیں، نوٹے نوٹے چپ ہو جاتے ہیں، اور کواز کی طلاق اور اس نیزہ کے آغوش میں پنچھوڑتی ہے، اونٹ اپنی غبادت طبع اور بے عقل کے باوجود حدی سے تاثر ہوتا ہے اور حدی خواں کی گواز اس پر ملتی اور سرشاری کی الکی کیفیت ہماری کوئی تھیں اسے بچ نظر آتی ہیں، اور وہ اس نئے میں سب کچھ بھول جاتا ہے، کمر لدا ہوا بوجہ اسکی مت پست نہیں کرتا، وہ حدی خواں کی گواز پر کان لگائے آگے پختا پلا جاتا ہے، بعض اوقات وہ کبادے اور سالان کے پرچم کے ساتھ دشوار گزار راستوں میں قدم اٹھاتے ہوئے شدید تکلیف ہوس کرتا ہے لیکن حدی اس تکلیف کا انعام نہیں ہونے دیتی، بھی بھی وہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

حدی کے اثرات کا ایک واقعہ : چنانچہ ابو بکر محمد ابن داود سوری ہجرتی کے نام سے مشور تھے، اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگل میں سفر کر رہا تھا، راستے میں ایک عرب قبیلے پر میرا گزر ہوا تو اس کے ایک معزز رکن نے میری نیافت کی، اور مجھے اپنے خیسے میں ہلاکا، میں نے دیکھا کہ خیسے کے باہر چند اونٹ مرے پڑے ہیں، اور ایک اونٹ تریب المگ ہے، خیسے کے اندر ایک سیاہ جیشی فلام پاپ رنجھ بیٹھا ہوا تھا، تیدی نے مجھے سے کہا کہ اُنپر میرے آقا کے سمان ہیں، اگر آپ میری سفارش کروں تو ہی مہماں ہو گی، میرا آقا آپ کی سفارش روٹیں کرے گا کیوں کہ وہ سماںوں کی ہیئتی تھیں کہا ہے، شاید آپ کی سفارش سے میرا کام ہن جائے، اور مجھے اس قید سے رہا میں جائے، میں نے فلام سے وعده کر لیا، جب میرا ان کھانا لے کر آیا تو میں نے اس سے کہا کہ جب تک تم اس فلام کو رہا نہیں کوئے میں کھانا نہیں کھاؤں، کامیابی میرا نے کہا کہ اس فلام نے مجھے محتاج نہ کیا ہے، اور میرا تمام سوابیہ ضائع کر دیا ہے، میں نے تفصیل جانئے کی خواہیں خاہر کی تو اس نے ہلاکا کہ یہ مروہ اونٹ جو تم دیکھ رہے ہو میری گزر بر کا واحد ذریعہ تھے، لوگ اپنیں اجرت پر لے کر جاتے اور ان کے ذریعہ سماں اور ہر سے لوز کرتے، لیکن اس کی بعثت نے اپنیں ہلاک کر دیا، اور میرے ذریعہ معاش کو ٹوکرائی اس مرجبہ جب یہ اونٹ لے کر گیا تو معمول سے زیادہ بوجہان کی جنگوں پر لاد دیا، اسکی آواز اچھی ہے، حدی بہترن پر دھاتا ہے، جب اس نے حدی پڑھی تو اونٹوں نے حدی کے نئے میں بوجہ اور راستے کی طوال سے بے پرواہ ہو کر تین دن کا اسرا ایک دن میں مکمل کر دیا، اور جب وہ حمل پر پہنچے تو تھک کر چرچور ہو چکے تھے، ثہراتے ہی مر گئے، ایک اونٹ زندہ بچا ہے، اور وہ بھی نہیں کی کیفیت سے دوچار ہے، اس فلام کا جرم ایسا نہیں کہ معاف کرو جائے، لیکن آپ سماں ہیں، اور سماں کا اصرار از بھی ہے، آپ کی بات ملتے ہو جو کہ کرتا ہوں، آپ میرا یہ تخفہ قول فرمائیں، میں اسکی خوبصورت آواہ نئے کے لئے بے جتنی تھا، فتح کے وقت جب کہ وہ کوئی سے اونٹ کو پانی پلا کر واپس آ رہا تھا، میرا نے اس سے حدی پڑھنے کے لئے کہا، جب اس نے حدی کے نئے جھیلے تو اونٹ بر گشٹہ ہو گیا، اس نے ریاں تراہیں، اور خود میں بھی اس آواز کے سحر میں اتنا کھووا کر اپنے جسم پر کاہنہ پاسکا اور من کے مل نہیں پر گر پڑا، یاد نہیں پڑتا کہ اس سے زیادہ مدد اور خوبصورت سحر اگنی آواز کیس سنبھالی ہے۔

بہر حال دل پر سلیع کی اڑا گیزی ایک ہائل الکار حقیقت ہے، بہن لوگوں کے دل یہ اثرات قبول نہ کریں وہ ناقص ہیں حد احتقال سے محفوظ ہیں، اور روحانیت سے دور ہیں، اور بیجیت کی گلائیں اور فلکت میں وہ اونٹوں اور پرندوں سے بھی گئے گزرے ہیں، ان کی خلائق تمام حیوالوں سے زیادہ کلیف ص، اسلئے کہ شاہزادی کوئی جا لور ایسا ہو کہ جو موندوں نغمات سے تھا اونٹ ہوتا ہو، بھی وجہ ہے کہ جس وقت حضرت داؤد طیبہ السلام زور کی طلاق کرتے تھے تو پرندے ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے، اگر ملائی پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ وہ قلب پر اڑا ہتا ہے تو یہ کہنا سمجھ نہ ہو گا کہ سلیع مطلقاً مبارح ہے، یا مطلقاً مبارح ہے، لیکن

محبوب کر دے۔

روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسند طیبہ کی مسجد کی تعمیر کے وقت اینہیں الحا الحا کر پہنچا رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:-

هذا الْحَمْلُ لِأَحْمَالِ خَيْرٍ هذَا الْبَرِّ بِنَا وَاطْهَرٌ (۶۴)

(یہ بوجوہ اٹھانے والے (اوٹ) ہیں خیر کے اوٹ نہیں بلکہ یہ نہیں زیادہ اونچے اور پاکیزہ ہیں)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر بھی پڑھا۔

اللَّهُمَّ أَنْعِشْنِي عَيْشَةَ الْآخِرَةِ فَارْحِمْ الْأَنْصَارَ وَالْمَهَاجِرَةَ (۱)

ترجمہ! اے اللہ زندگی صرف آنحضرت کی زندگی ہے، انصار اور مهاجرین پر رحم فرموا۔

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا تھا اور حضرت حسان بن ثابت اس پر کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اقدس میں اشعار پڑھتے تھے اور کفار کی بھجوہیان کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشعار سن کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ حسان کی تائید و حافظت کرتے ہیں جب تک وہ شسان خدا کی ہجو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہے ایک مرتبہ ^۱ ایک شاعر نے کچھ اشعار سنائے تو آپ نے اسکی حسینی کی اور یہ دعا دی کہ اللہ رب المعرفت تیرے دانت نہ توڑے (یعنی تجھے ایں ورسانہ کرے) ^۲ آنحضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایک دوسرے کو شعر سنایا کرتے تھے اور آپ مسکراتے رہتے تھے (۲) عمرو ابن شرید اپنے والدے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیہ ابن ابی الصلت کے سو شعر آپ کو سنائے "آپ ہر یار کی فرماتے مزید سناؤ" کچھ اور سناؤ بعد میں آپ نے فرمایا کہ اس کے اشعار میں تو اسلام بحلتا ہے (مسلم) حضرت اس سے مروی ہے کہ ستر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہ دوڑا پڑھ کا جاتی تھی انہمہ ورنہ کیلئے حدی پڑھنا کامنہ برداشت، ایک جو دوڑ کی لئے جو دوڑی پڑھنے پر حضرت مقرر تھا یہ کہ مسیح طیب مسلم نے انجیل پڑھ لیا۔ اسی پس پڑھنا اور اس کو کامنہ برداشت کر دیا (۳) اسی کامنہ برداشت کا یقین پڑھنے پر حضرت مسیح پھیلیتے تھے آنحضرت کے بعد میں بھا اسی درستار پر جملہ ہوتا رہا۔ حدی خوانی کا مطلب تھا اچھی اور سوندوں آوازیں اشعار پڑھنا۔ کسی بھی صحابی سے حدی خوانی کا انکار معقل نہیں ہے بلکہ بعض اوقات وہ لوگ اپنے قاقھوں کے لئے کسی ایسے غصہ کی ضرورت محسوس کرتے ہو ان کے لئے حدی خوانی کر سکے یہ حدی خوانی اوتھوں کو ہنکاتے کلتے بھی ہوتی اور لطف حاصل کرنے کے لئے بھی۔ اس نکھلو کا نتیجہ یہ لکا کہ سماع اس حیثیت سے بھی منوع نہیں کہ وہ لطیف اور یا سختی کلام کا مجموعہ ہے جسے سوندوں اور خوب صورت آواز کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے۔

سماع محرک قلب کی حیثیت سے : سماع کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ قلب میں تحريك پیدا کرتا ہے اور ان چیزوں کو ابھارتا ہے جو اس پر غالب ہوئی ہیں اور یہ کوئی الگی توجیب خیزیات نہیں کہ سماع میں یہ تائیر ہو اور سوندوں اور خوبصورت نغموں کو روڑھنے کے ساتھ کوئی متناسب ہو، بعض نغمے سن کر آؤں ہو جاتا ہے، گمراہی دیکھنے والے آدمی روپرستے ہیں بعض نغموں سے سورو رو انسان طالکی کیفت پیدا ہو جاتی ہے، بعض نغمے خندلاتے ہیں اور بعض سے نہیں آتی ہے، بعض نغمے اعداد پر اڑا داڑھتے ہیں اور

(۱) یہ شعر عماری و مسلم میں روایت اس محتول ہے۔ یہ شعر آپ نے غزوہ مدائن کو دے کے موقع پر پڑھا ہے، بعض روایات میں قارم کی جگہ بارک اور قارم کے القاضی بھی ہیں (۲) یہ روایت عماری و مسلم میں جعلیتا اور ابو داؤد، ترمذی اور حاکم میں حضرت مائاخ کے متعدد میں مروی ہے (۳) یہ روایت بلوی نے حکم اصحابہ میں، ابن مہد البریتی استیحاب میں اور یہ اولے اپنی مدد میں لکھ کی ہے، حاکم میں فرمیں اس کی روایت ہے کہ آپ نے یہ دعا حاصل کو اس قدر وہی جب انہوں نے آپ کی مرح میں اشعار سنائے۔ (۴) یہ روایت ترمذی میں جابر ابن سعید سے مقول ہے، حضرت مائاخ کے حوالے سے مجھے کہیں نہیں ملی (۵) ابوداؤد عماری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے، مگر اس میں صرف انہوں کا ذکر ہے، برا این ایک کی حدی خوانی کا ذکر کہ نہیں ہے (۶) موسیٰ عماری۔ مودودی مرسل

تلاوت بھی حرام ہوگی۔ ایک مخالف کا قصہ ہے کہ وہ لوگوں کی امامت کرتا تھا اور نمازوں میں مஹما سورة بیس پڑھا کرتا تھا، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حساب فرمایا ہے، حضرت عمرؓ کو جب یہ بات معلوم ہوتی کہ للاہ عرض خاص طور پر آیات حساب تلاوت کرتا ہے تو آپؐ اسکی یہ حرکت پسند نہیں فرمائی، اور اسے قاتل گردن نئی قرار دیا، اسلئے کہ لوگوں کو اپنے فعل سے گراہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، اگرچہ اس کا فعل تلاوت تھا لیکن فعل مقصود کی وجہ سے وہ جائز فعل نہ ہے، لہک حرام قرار پایا۔

دوسری جمیعت: یہ آئت ہے :-

أَفِيمْ هَذَا الْحَدِيثُ تَغْبَبُونَ وَنَضَحَّكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ (پ ۲۷ ر ۲۷)

(آیت ۴۵)

سو کیا تم لوگ اس کلام (الہی) سے تجب کرتے ہو اور رہتے ہو اور روتے نہیں ہو، اور تم تکبر کرتے ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ حیثیت میں سرگانے کو کہتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آئت میں سرگانے کو کہونے کا مطلب حرمت ہے تو پھر اس میں سرگانے کی تخصیص کیوں ہو، بلکہ نہ اس اور نہ بنا بھی منوع ہوئے چاہیں، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں بھی آئت میں ذکور ہیں، اگر تم یہ کو کہ اس نہیں سے تخصیص نہیں کروادے، یعنی مسلمانوں پر اگئے اسلام کی وجہ سے بنا منوع ہے (وہم یہ کہیں گے کہ کانے سے بھی تخصیص تم کا کانا مراد ہے یعنی وہ کانا نامنوع ہے جو مسلمانوں کے لئے بطور استہراہ و تشریف کایا جائے، اس تخصیص کی تکمیر آئت ہے۔

وَالشَّعْرَ أَعْيَتْعُهُمُ الْغَاؤَنَ (پ ۲۹ ر ۲۲ آیت ۲۲۲)

اور شاعروں کی راہ توبے را لوگ چلا کرتے ہیں۔

اس میں کفار شرعاً مراد ہیں نہ کہ وہ مسلمان شرعاً جو حق کی ہاتھ نظم کریں، آئت کا یہ مقصود بھی نہیں کہ شعرگوئی فی نفس کوئی بری چیز ہے۔

تیسرا دلیل : وہ روایت ہے جس کے باقل حضرت جابر بن عبد اللہ ہیں، ہمیں اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادا۔

كَانَ بِلَيْسَ أَوْلَى مِنْ نَاحِيَةِ وَأَوْلَى مِنْ تَغْنِيَةِ (۱۱)

سب سے پہلے الطیبین نے قوچ کیا اور اسی نے کانا کیا۔

اس روایت میں نوئے اور گانے کو قبج کیا گیا ہے۔ مقصود قبج یہ ہے کہ جس طرح کانا بھی حرام ہے، ہمارے نزدیک یہ حدیث بھی حرمت کی جمیعت نہیں ہے لیکن اسی لئے کہ قباج نوئے منوع نہیں ہیں بلکہ اس ممانعت سے حضرت داود علیہ السلام کے نوحوں کا، اور ان لوگوں کے نوحوں کا استثناء کیا گیا ہے جو کتابوں سے نادم ہو کر باری تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کے وقت کرتے ہیں، اسی طرح وہ گانے بھی مستثنی ہیں، جن سے مبانی امور میں شوق، سرست یا عزیز پیدا ہو، مجھے عید کی نوٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دواں کو گانے کی اجازت دی جو حضرت عائشہؓ کے گھر میں گاری قیس، یا مدینہ منورہ میں آپ کی تشریف آوری کے موقع پر حورتوں سے یہ گیت کا کر آپ کا انتقال کیا۔

طَلَمَ الْبَدْرَ عَلَيْنَا . . . مِنْ ثَنَيَاتِ الْوَدَاعِ

چوتھی دلیل : حضرت ابو امامہ کی یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) جابر کی روایت بھی نہیں ملی، البتہ محدث القبور کے مصنف نے اسے حضرت علی اہلی طائف کی طرف مشوب کیا ہے

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ شعرِ دعا جائز ہے، اچھی آواز سننا جائز ہے، موزوں تو ازتنے میں کوئی قباحت نہیں، ہائیت کلام سننا بولا کرامہت سمجھ ہے، جبکہ تمام امور الگ الگ جائز ہیں تو ان کا مجموعہ کبھی جائز نہیں ہو گا، سماں ناجائز ہوتا اگر اس مجموعے کے افراد یا کوئی ایک فرد حرام ہوتا۔ لوگ شعرِ دعے سے کس طرح منع کر سکتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعرِ دعے گئے ہیں۔ (۱) نیز آپ کا ارشاد بھی متعلق ہے :

بعض اشعارِ مکہ مانہ ہوتے ہیں (بخاری۔ ابن القب)

ان من الشحر الحكمة

حضرت عائشہؓ نے یہ شعر سنایا۔

ذهب للذين يعيشون في أكنافهم ويفيسته في خلف كجبل للاجر

(وہ دونوں خصت ہوئے جن کے سامنے میں زندگی کے دن گزرتے تھے، میں تو پھلوں میں خارش تزوہ کی چلدی کی طرح ہاتھی لہ گئی ہوں) یہ میں میں حضرت عائشہؓ سے متعلق ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؑ اور حضرت ہلالؓ بخار میں جھٹا ہو گئے، ان دونوں مدینہ میں بخار کی رواہ بھلی ہوئی تھی، میں والدہ مجدد حضرت ابو بکرؓ سے دریافت کی تھی کہ آہجان آپ کیا محسوس کر رہے ہیں تو وہ ہواب میں یہ شعرِ دعے تھے :-

كل امرى مصبح فى اهلة والموت لاذنى من شر اكتنعله

(هر شخص اپنے کروالوں میں صحیح کرتا ہے لیکن موت ہوئے کے تھے سے زیادہ اسکے قریب ہوتی ہے)

اور جب میں ہلالؓ سے ان کی خوبیت دریافت کرتی ہوں تو وہ یہ شعرِ دعے تھے :-

الآليت شعرى هل بيتن ليلا بواد و حولى اذخر و جليل

وهل ارون يوميما مجندة وهل بيذون لى شامقا و طفيل

(کاش مجھے معلوم ہو تاکہ میں اس وادی میں کوئی رات گزار سکوں گا جہاں میرے ایک جانب اذخر ہو اور

دوسری جانب جلیل ہو، یا بعد کے چھٹوں پر کسی روز میرا گزر ہو گا یا مجھے شام اور شبیل پہاڑ نظر آئیں

گے) (۲)

میں نے ان دونوں کی اس کیفیت سے سر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا، آپؓ نے یہ دعا فرمائی تھی :-

اللهم حبب علينا المدينة كحبنا مكة و اشدلا

اے اللہ مدینہ کو ہمیں اصلح محبوب کروے جس طرح کہ ہمیں محبوب ہے یا مدد ہمیں کہ سے زیاد

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعرِ دعے کی روایت بخاری و مسلم میں الہ بڑے سے متعلق ہے، افراد تھے یہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حسان بن عبادؓ کے پاس سے گزرسے ہو، اس وقت سہر میں شعرِ دعے رہے تھے، حضرت مژر لے افسوس کھو کر دیکھا، حضرت حسانؓ نے ان سے کہا کہ میں نے آپؓ سے افضل و برتر فضیلت کے سامنے فخر رہے ہیں، مسلم میں عائشہؓ کی روایت ہے، جب حسانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شعرِ دعے حدا

ہے:- هجوونت محمد افلاجیت عنده و عند الله في ذاك الجزء

ایک مرتبہ حسانؓ ابن ثابتؓ نے یہ فخر بھی کیا ہا، وان سنا من المجد من آن هاشم بنونست مخزو و مولانا الذکر المعبد بخاری میں ہے کہ ابن رواہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مددوگی میں یہ شعر نہ لایا:-

وفي نار رسول الله يبتلى و كتابه اذا انشق معروفة من الفجر ساطع

(۲) اذغر اور جلیل دو غوثبودار رکھاوں کے نام ہیں، جو کہ مختصر کے ترتیب ایک جگہ ہے، شامہ اور جلیل دو پہاڑ ہیں، وہ بودتے نظر آتے ہیں۔

(۳) یہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے، یعنی اصل حدیث اور اشعارِ صرف بخاری میں ہیں، مسلم میں نہیں۔

کسی سنت کو اپنے شعار بنا لیں تو اسے چھوڑنا چاہیے اس خوف سے کہ کہیں اس سنت پر عمل کرنے سے بد حیوں کی مشابہت نہ ہو جائے۔ ڈگڈگی بجائے منع کرنے کی وجہ بھی کی ہوتی ہے کیونکہ یہ باہمی خشش بجا لیا کرتے ہیں (اور ہمارے زمانے میں بذریعہ اور جمال و فیروز کا تاثار کھانے والے ماری۔ حرم) اگر ڈگڈگی میں شبہ نہ ہوتا تو اسکی حیثیت بھی وہی ہوتی جو حج اور غزوات کے موقع پر بجائے جانے والے فقارے کی ہوتی ہے، اسی شبہ کے قابلے سے وہ اجتماعات بھی منوع ہیں جن میں فساق کی مشابہت اقتیار کی گئی ہو، خلا کچھ لوگ جمع ہو کر کوئی محلہ جائیں، پینے پلانے کے برتن سامنے رکھیں، کسی شخص کو ساقی مقرر کریں جو انھیں باری ہماری جام پیش کرے وہ لوگ ساقی کے ہاتھوں سے جام لے کر رکھیں اور ایک دوسرے کا ساقہ ٹکٹکوں میں وہ الفاظ استعمال کریں جو سے خوار آپس میں استعمال کرتے ہیں، "ور ان کے "ساختہ عینہ" میں سے کے بجائے "ساختہ عینہ" کو کہیں دوسری ثابت ہو، اگرچہ یہ ثابت جائز ہے مگر اس کے پینے کے جو طریقے اقتیار کئے گئے ہیں وہ سے خواروں کے طور طریقوں کے مشابہ ہیں، اسے اس طرح کی مخلوقوں سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح ان مخلوقوں میں جہاں قبائلہ دین کا لباس ہو قبائلہ اور ان کی طرح سر بر بال چھوڑنا بھی جائز نہیں البتہ ملود الرحمہ کے علاقے میں طلاء و صلکاء یہ لباس پہننے ہیں اس لئے وہاں کے باشندوں کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا بلکہ اسکی مزید ترغیب وی جائے گی مگر وہ نیکوں کے ساتھ ہاطن میں نہ سی خاہری میں مشابہت پیدا کریں۔ نہ کوہہ بالا اسہاب کی بنیاد پر عراقی مزار عدو، چنگ، رہاب اور ساری وغیرہ حرام ہیں اسکے علاوہ باجوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ خلا چہواہوں اور جماں کرام کے قاتلوں کے فقارے ڈھونوں اور وہ آلات جن سے اچھی اور سوزوں آوازیں نکلتی ہوں، اور جسمیں عادتاً یخوارنہ بجائے ہوں۔ کیوں کہ یہ باجے نہ شراب سے متعلق ہیں، نہ شراب کے یاد دلاتے ہیں، نہ آتش شوق بجز کاتے ہیں، اور نہ کسی ایسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں جو فتن و فحور میں بختا ہوں اور جس کی مشابہت اقتیار کرنا جائز نہ ہو، کیوں کہ ان میں یہ تمام مفاسد نہیں اسی لئے وہ اپنی اصل بخشی بادحت پر ہیں، جس طرح پرندوں کی بولیوں میں اصل بادحت (ہوا) ہے، میں تو یہاں عکس کھتنا ہوں کہ تار والے باجوں (چنگ و رہاب) کی وہ آوازیں سنتا بھی جائز نہیں جو غیر سوزوں اور سمل ہوں، اور جن سے کسی بھی حتم کا الحلف ماضی نہ ہوئा ہو۔ اس سے خاہر ہوا کہ جن باجوں کو منوع قرار دیا گیا ہے ان نہیں حرمت کی وجہ یہ نہیں کہ ان کی آوازیں ایسی ہیں اور ان سے لذت ملتی ہے، بلکہ قیاس کے مطابق تمام طیبات حلال و جائز ہیں، الایہ کہ ان میں کوئی فساد پیدا ہو گیا ہو، ارشاد ہماری تعالیٰ ہے:- **قُلْ مَنْ حَرَّمَنِنَّمَالْمَلِيَّتِيَّ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالظِّبَابَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (پ ۸۸ آیت ۲۲)**

آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنا لایا ہے، اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ آوازیں اپنی سوزوں نیت یا حسن کے باعث حرام نہیں بلکہ دوسرے عوارض کی وجہ سے حرام ہیں، ان عوارض کی تشیل اپنے موقع پر آئے گی انشاء اللہ

بامعنی اور مفہوم کلام

ساعی کی تیری صفت بامعنی کلام پر مشتمل ہونا ہے، جس طرح بچھلے دو صفح آواز کا حسن اور سوزوں نیت حرام نہیں اسی طرح کسی کلام کا بامعنی اور قابل قسم ہونا بھی حرام نہیں ہے، جب یہ تینوں صفح الگ الگ حرام نہیں ہیں تو ان کا جمیع کس طرح حرام ہو گا؟ البتہ مفسوم و معنی کی نوعیت پر ضرور غور کیا جائے گا، اگر اس کا مطبوم حرام اور امر منوع ہے تو وہ کلام حرام ہو گا خواہ وہ نہیں ہو یا لفظ میں خوش الحافی سے پڑھا گیا ہو یا تھت اللفظ، ایسے الفاظ کا منع سے نکالتا بھی جائز نہیں جو غیر شرعی معنی و مفسوم پر ولالت کرتے ہوں، اس سلسلے میں امام شافعی کا مقولہ حقیقت کی عکاسی ہے، فرماتے ہیں کہ شرعاً یک کلام ہے، اگر اس کا مطلب اچھا ہے تو وہ شعر بھی اچھا ہے، اور مطلب غراب ہے تو شعر بھی غراب ہے، بعض لوگوں نے ترجمے پڑھنے کی اجازت نہیں دی، یہم کہتے ہیں کہ جب تھت اللفظ شعر درستہ جائز ہے تو ترجمے سے کیوں جائز نہیں؟ دو لوگوں میں کیا فرق ہے؟

آواز کی مونو نیت کو لجھے، وزن اور حسن دو الگ الگ جیسے ہیں، بعض آوازیں جیسیں ہوتی ہیں لیکن ان میں وزن نہیں ہوتا، بعض آوازیں مونوں ہوتی ہیں لیکن حسن سے محروم ہوتی ہیں ختنے والے کو اچھی نہیں لگتیں، مونوں آوازیں اپنے خارج کے افثار سے تین طرح کی ہیں، ایک وہ جو حيوانات سے لٹکتی ہے پا سری، ستار، دھول اور طبلے کی آواز، دوسری وہ جو انسان کے گلے سے لٹکتی، تیسرا وہ جو حيوانات کے گلوں سے برآمد ہوں جیسے بلبلوں، قریبوں اور دوسرے خوش الحان سمجھ کلام بندوں کی آوازیں۔ یہ آوازیں خوبصورت بھی ہوتی ہیں اور مونوں بھی، یعنی ان کی اپنادا انتشارات اور یکساں ہوتی ہیں۔ ایسے یہ کاؤں کو بھلی لگتی ہیں، آوانوں میں اصل حيوانات کے گلے ہیں، حيوانات (باہلوں گاووں) کی آوازیں حيوانات کے گلوں پر قیاس کر کے عی بھائی گئی ہیں تاکہ انسانی صنعت خدائی خلقت کے مشابہ ہو جائے کاربگدوں نے اب تک کوئی ایک جیسے نہیں بنائی، جس کی کوئی مثال اور نمونہ قلقوں میں موجود نہ ہو۔ اس کی شرح تفصیل طلب ہے، اور موضوع سے خارج بھی ہے ورنہ ہم ہلاکتے کہ بندوں نے کن کن جیوں میں اپنے رب کی چلیتی نہوں کی اقدامہ کی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان آوانوں کا سنا حرام نہیں ہو سکتا، کیوں کہ یہ اچھی بھی ہیں اور مونوں بھی۔ کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ بلبلوں اور قریبوں کی آوازیں حرام ہیں، انہیں سننا ہجا رہے، آوازیں سب یکساں ہیں خواہ وہ کسی انسان کے گلے سے لٹکتی یا حیوان کے پا بنداد سے برآمد ہوں، ان تمام آوانوں کو بلبلوں کی آوانوں پر قیاس کرنا چاہیے جو آدمی کے انتیار سے وجود میں آئیں جیسے حواس کے حلق سے کوئی آواز لٹکے، یا دھول اور طبلہ بجانے سے کوئی آواز پیدا ہو۔ استثناء صرف ان آوانوں کا ہوتا ہا ہے جو آلات لبو، آمار کے ہاہوں اور مزایمہ و غیرہ سے لٹکتی ہیں، کیوں کہ شریعت نے ان سے منع کیا ہے (معنی کی روایت: ظاہری میں ابو عمار اور ابوالاک الشمری سے م erhalten ہے) مگر یہ ممانعت اسلئے نہیں کہ ان سے لذت ملتی ہے، اگر لذت کی وجہ سے منع کیا جاتا تو ہر دہ جیسے مندرج ہوتی ہے، جس سے انسان لذت حاصل کرتا ہے، ان کی ممانعت کی وجہ دوسری تھی، اصل میں عرب شراب کے بہت زیادہ رسیا تھے، جب اسکی حرمت کا حکم نازل ہوا تو ان کے شوق اور حرص کی شدت کے پیش نظر اس حکم پر عمل کرانے میں بہت زیادہ ختنی سے کام لیا گیا، یہاں تک کہ ان مخلوقوں کو توڑتے کا حکم بھی نازل ہوا جن میں شراب زخم و کی جاتی تھی، اور ان پر تحول کا استعمال بھی منوع قرار دیا گیا، جن میں شراب پلی جاتی تھی، ساتھ ہی ان امور سے بھی منع کیا گیا جو سے نوشی کے لوازم تھے خلا مزایمہ و غیرہ، معلوم ہوا کہ یہ باجے شراب کے توازن ہونے کی حیثیت سے حرام ہوئے، اسکی مثال ایسی ہے جیسے اچھی عورت کے ساتھ خلوت منوع ہے، کیوں کہ یہ خلوت جماع کا پہنچ نہیں بن سکتی ہے، یا ران کا رکھنا حرام ہے کیوں کہ یہ شرمگاہوں سے ملتی ہے، یا شراب کی معمولی مقدار بھی حرام ہے خلو اس سے نہ شاہری نہ ہو، مگر اس لئے کہ تھوڑی سے زیادہ کی نووت بھی آئندی ہے شریعت نے جتنی بھی جیسیں حرام قرار دی جیں ان سب کی ایک حد مقرر کر دی ہے تاکہ حرمت اسی تک محدود رہے، اس سے تجاوز نہ کرے، اور حرام و حلال میں اختلاط نہ ہو جائے، بہر حال مزایمہ کی حرمت تین وجوہات کی بنا پر شراب کی جبیت میں ہوئی، ایک وجہ یہ کہ یہ باجے شراب کی دعوت دیتے ہیں، کیوں کہ ان باہلوں سے ہو لذت ملتی ہے اسکا اختتام محسنا شراب پر ہی ہوتا ہے، دیگر وجہ یہ ہے کہ تھوڑی شراب بھی حرام قرار دی گئی ہے، کیوں کہ اس سے زیادہ کی خواہش ہوتی ہے، اور زیادہ سکر (نٹ اور) ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان باہلوں سے ماضی یاد آتا ہے، اور ان مخلوقوں کی یاد تازہ ہوتی ہے جن میں شراب پلی جاتی تھی، اور باجے بجائے جاتے تھے، یاد سے اشتیاق کو تحریک ملتی ہے، اور شوق سے اقدام کی جرأت ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ پاچے اقدام کا سبب ہونے کی وجہ سے منع قرار دئے گئے، اسی وجہ سے مرفت، ختم اور تیر و غیرہ عکوف کے استعمال سے منع کیا گیا، کیوں کہ یہ بتن شراب کے ساتھ مخصوص تھے، اور اسی وجہ سے شراب یاد آتی ہے، اس ملعون لذت کی یاد بخدا وی جیسے ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص شراب نوشی کے ساتھ سملائ کا ملڑی ہو تو اسے کام سے بروکا جائے کا کیوں کہ یہ عمل اسے شراب کی لذت پیدا نہ آتا ہے، تیسرا وجہ یہ ہے کہ ان آلات پر جمع ہونا اعلیٰ فتح و فتوح کا شہید ہے، ان کی مشاہدہ انتیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، اسلئے کہ جو شخص کسی قوم کی مشاہدہ انتیار کرتا ہے وہ انہی کا ایک فرد سمجھا جاتا ہے، اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ایں بدعت

مارفع احد صونہ بغناہ الا بعث اللہ لہ شیطانین علی منکبیہ یضریان
باعقباً بهما علی صدرہ حشیٰ یمسک (ابن البدیان، طبرانی، کمیر)

جب کوئی شخص گانے میں اپنی آواز پہنچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ شیطان اس کے دونوں شانوں پر مسلط
کرتا ہے جو اپنی ایڑیوں سے اسکے سینے پر ضرب لگاتے ہیں "اور اس وقت تک لگاتے رہتے ہیں جو جب تک
وہ گانا ناموقوف نہ کرے۔

ہمارے ندویک یہ حدیث مाम کی ان قسموں پر محدود ہے جن سے خلق کے عشق کو تحویل ملتی ہے، اور شوت پیدا ہوتی ہے،
خلق کا عشق اور شوت دونوں شیطان کے مقاصد ہیں، جہاں تک اس عمل کا تعلق ہے، جس سے اللہ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہو،
یا میہ پیچے کی پیدائش، غائب کی آمد وغیرہ مواقع پر خوشی کے انہمار باعث بنتا ہو وہ جائز ہے، اور شیطانی مقاصد کے مقابلہ ہے، اس
کی دلیل دلارکیوں کے گانے کا قصہ، بیشیوں کی کھیل کی روایت، اور وہ احادیث ہیں جو اس سلسلے میں ہم نے صحیح سے نقل کی ہیں،
کسی چیز کو ایک ہی موقع پر صحیح جائز قرار دنا ابادت پر نہ ہے، اور ہزار مواقع پر منع کرنا غلط ہے، اسیں تاویل کی گنجائش بھی
ہے، اور تخریجہ کا اختلال بھی، البتہ غسل میں کسی تاویل کا اختلال نہیں ہوتا، تا جائز غسل صرف اسی وقت جائز ہوتا ہے جب اس میں
اکراہ اور زبردستی کی صورت پیدا ہو جائے اور نہ کرنے میں جان و مال کو خطرہ لاحق ہو، اور جس چیز کا کرنا مباح ہے وہ بھت سے
موارض کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ نیت و ارادے سے بھی مباح بلکہ مستحب اور واجب میں حرمت پیدا ہو جاتی
ہے۔

ان صورتوں کو ذہن میں رکھنا بے حد ضروری ہے۔

پانچویں دلیل : حضرت عقبہ ابن عامرہؓ یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-
کل شئیٰ یلہو بہ الرجل فهو باطل الانادیہ فرسه، ورمیہ بقوسه و ملا عنہ
لامراثتہ (عن اربعہ)

ہر وہ چیز جس سے آؤی کھتتا ہے باطل ہے مگر (تم کھل باطل نہیں ہیں) اپنے مکھوڑے کو تربیت دیں،
تیر اندازی کرنا، اور اپنی یہوی سے دل گل کرنا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ باطل "حرمت پر وفات نہیں کرتا بلکہ بے قائد ہونے پر وفات کرتا ہے، اگر حلیم بھی کر لیا جائے
کہ باطل سے مراد حرمت ہے تب ہم کیسی گے کہ جس طرح بیشیوں کا کھیل دیکھنا جائز ہے اسی طرح مامع بھی جائز ہے حالانکہ
حدیث میں بیشیوں کے کھیل کا استثناء نہیں ہے، بلکہ محصور میں فیر محصور کو قیاس کر کے شامل کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

لایحل دملمر عمسلم لا باحدی ثلث (بخاری و مسلم، ابن مسعود)

مسلمان کا خون بمانا جائز نہیں ہے مگر تمن بالتوں میں ایک کی وجہ سے (تماص، رجم، لا ارتداوسے)

اسیں تمن کے علاوہ بھی امور ہو سکتے ہیں جو محصور میں فیر محصور کو قیاس کر کے شامل کر لئے جائیں گے، یہوی کے ساتھ دل
گئی کرنے میں لذت کے ملاوہ کوئی دوسرا فائدہ نہیں ہے، اس اعتبار سے یہ باطل بھی ہو سکتا ہے مگر کیا اس کے جواز سے انکار ممکن
ہے؟ اس تقادیر سے یہ ہات بھی معلوم ہوئی ہے کہ باغات میں چل قدمی کرنا، پرندوں کی آوازیں سننا، اور بھی ٹھٹھول کرنا حرام
ہیں ہیں، حالانکہ ان سب چیزوں کو باطل کہا جاسکتا ہے۔

چھٹی دلیل : حضرت مہمانؓ کا یہ ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے بعد میں نہ کبھی مگت

وہ پیدائش میں ہو چاہے زیادہ کرونا ہے۔

کہتے ہیں کہ علیق (خلقت) میں اس زیادتی سے مراد خوش آوازی ہے ایک حدیث میں ہے ۔

مابعث اللہ نبیا الاحسن الصوت و کان نبیکم حسن الوجه و حسن الصوت (۱)

(شامل تفہی)

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر خوش آواز (نیاک) اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

خوبصورت اور خوش آواز تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔

للمسند لذالرجل الحسن الصوت بالقرآن من صاحب القينة تقیینتم (۲)

گانے والی لوڑی کا مالک اپنی لوڑی کا گانا جس توجہ سے سنتا ہے اس سے کہیں زیادہ توجہ سے اللہ تعالیٰ

قرآن کریم کی حلاوت کرنے والے کی حلاوت سنتا ہے۔

حضرت ابو داود علیہ السلام کی خوش آوازی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ۔

انہ کان حسن الصوت فی النیاحة علی نفسم و فی نلاوة الزبور حثی کان

یجتمع الانس والجن والوحش والطیر لسمع صوته و کان يحمل عن

مجلس مسلم بعمانة جنائزه وما يقوبه منها فی الاوقات (۲)

وہ اپنے لفس پر نوجہ کرنے اور زیور کی حلاوت کرنے میں خوش آواز تھے یہاں تک کہ ان کی آواز سننے

کے لئے انسان "جنائز" پر بوس سب جمع ہو جایا کرتے تھے اور اسی مجلس سے (ان) اوقات میں تقریباً چار سو

جنائزے انہم جایا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعریؒ کی تعریف میں ارشاد فرمایا ۔

لقد اعطي مزمار ممن مزلمير آل داود (۲)

اس مخصوص کو آل داود کی تے عطا کی گئی ہے۔

قرآن کریم کی بیانیت ۔

إِنَّكُرْ الْأَصْوَاتَ لَصَوْتَ الْحَمْيِرِ (پ ۲۲ ر ۴ آہت ۱۶)

بے قلک آوازوں میں سب سے بڑی آواز گدھوں کی آواز ہے۔

اپنے مشہوم کے احتبار سے اچھی آواز کی تعریف ہے، اگر کوئی شخص یہ کے کہ خوش آوازی سمجھنے ہے اور اس کا سنتا بھی جائز ہے پھر طبیکہ اس کا تعلق قرآن پاک کی حلاوت سے ہو تو اس سے پوچھا جائے گا کہ بلبل کی آواز کے مخلق تم کیا کہتے ہو ؟ ظاہر ہے بلبل قرآن پاک کی حلاوت نہیں کرتی، وہ تو بے معنی جملے یوں تھی ہے، "آیا اس کی آواز سنتا بھی حرام ہے؟ اگر جواب لئی میں ہے تو ہم یہ سوال ضرور کریں گے کہ جب اچھی آواز میں بے معنی الفاظ سنتا جائز ہے تو وہ آواز سنتا کیوں جائز نہیں جس میں حکمت و معرفت کی پائیں اور یا معنی الفاظ پائیے جائیں؟ بعض اشعار حکمت سے پر ہوتے ہیں اور ان کا سنتا لفظ سے غالی نہیں ہوتا۔

آواز کی خوبصورتی اور کلام کی موزونیت : اب تک سالع کے وصف اول یعنی آواز کی خوبصورتی زیر بحث تھی، اب

(۱) روایت کا وہ سراخوار اوری حضرت قارہ کا مقولہ ہے (۲) یہ روایت کتاب آواب حلاوة القرآن میں گزر جگی ہے (۳) یہ روایت یہ روایت کتاب آواب حلاوة میں گزر جگی ہے۔

دھوی کرتے ہیں۔ لیکن ذاپ کا ماحلاطہ ایسا نہیں ہے کہ محض مقتل سے معلوم ہو جائے بلکہ اسکے لئے لفظی دلائل شریعت سے مانع ہوتے ہیں اور شریعت نفس اور منصوص پر قیاس میں تصریح ہے، ہمیں وہ کہنا چاہیے ہے کہ ساعت کی حرمت نفس سے ثابت ہے یا قیاس سے؟ نفس سے ہماری مراد وہ بات ہے جو آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمائی اور قیاس سے وہ معلوم مراد ہے جو آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے اخذ کیا گیا ہو۔ اگر کسی مسئلے کی حرمت نہ نفس سے ثابت ہوتی ہو اور نہ قیاس سے تو وہ ایک مباح امر ہے، یعنی اسکے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسکی حرمت کا قول یا فعل ہے، اس اصل کی روشنی میں جب ہم ساعت کا جائزہ لیتے ہیں تو اسکی حرمت پر دلالت کرنے والی کوئی نفس ہمیں نہیں ملتی اور نہ قیاس ہی سے اسکی حرمت ثابت ہوتی ہے، ہمارا یہ دھوی کامل طور سے اس وقت ثابت ہو گا جب ہم اُن مسئلے کی حرمت کے دلائل کا جواب دیں گے اور اسکے بعد مزدہ کسی دلیل کی ضرورت ہاتھی نہیں رہے گی، لیکن اس سے پہلے ہم ساعت کے جواز پر دوسرے پہلو سے تکمیل کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ نفس اور قیاس دونوں ہی ساعت کی ایاحت پر دلالت کرتے ہیں۔

ساعع کی ایاحت پر قیاس کی دلالت : ساعع کی چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اولاً ہم ان تمام چیزوں کا الگ الگ جائزہ لیں چکے، پھر ان کے مجموعہ پر تکمیل کو ہوگی، ساعع نام ہے ایسی خوبصورت موندوں اور ہماقی آوازیں نے کا جو دل میں موزوڑ ہو اور اسے تحریک دے، اس تعریف کی رو سے ساعع میں اصل وصف آواز کا حصہ ہے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں، موزوڑوں اور غیر موزوڑوں، موزوڑوں کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس کے معنی سمجھو میں آئیں چیزے اشعار اور دوسرے وہ جس کے معنی سمجھو میں نہ آئیں چیزے جادوں اور جوانات کی آوازیں، اب آئیے وصف عام کی طرف، خوبصورت آواز سننا اس بیشیت سے کہ وہ خوبصورت ہے حرام نہیں ہے، بلکہ نفس اور قیاس دونوں ہی سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

قیاس کا حاصل یہ ہے کہ حاملہ بھائی اپنی تصویب چیز (آواز) کے ادارک سے لذت پتا ہے اور یہ امر صرف حاسِ سمع ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ انسان کے دوسرے حواس بھی اپنے اپنی اپنے حاصل کردہ چیزوں سے لذت حاصل کرتے ہیں، انسان کے لئے ایک مقتل اور پانچ حواس ہیں، اور ہر حاس کا ایک ادارک ہے، یہ حواس جن چیزوں کا ادارک کرتے ہیں، ان میں سے بعض انصیح بری معلوم ہوتی ہیں، اور بعض اچھی معلوم ہوتی ہیں، خلا آنکہ کوئی خوبصورت چیزوں میں بیزو زار، رداں دواں پانی کے مناگر، اور تمام بھرمن رنگ اچھے لگتے ہیں اور انھیں دیکھ کر آنکہ کے حاسے کو لذت ملتی ہے، میلے رنگ، نیک مناگر، اور بری صورتوں سے اسے فرط ہوتی ہے، اور انھیں دیکھ کر اسے تکلیف ہوتی ہے، حاسِ شم (سوکھنے کے حاس) کو خوشبووں سے لذت ملتی ہے اور بدبووں سے کراحت ہوتی ہے، ذائقہ کی حس کو رد فتنی، مزدوار، میٹھی چیزوں سے رفتہ ہے، تھج، بد مزدوار کڑوی کستہ چیزوں اسے بری لگتی ہیں، لس (چھوٹے) کے حاسے کو ان چیزوں سے لذت ملتی ہے، سخت اور کھروڑی چیزوں اس حاسے کو اچھی نہیں لگتیں، مقتل کو جہالت اور خورودہ ذہنی کے بجائے علم و معرفت سے دیکھی ہے کیا حال آوازوں کا ہے بعض آوازیں اچھی ہوتی ہیں اور کافی ان سے لذت پتا ہے ہیں چیزے بیلوں کے چیزے اور سارے اچھی خوبصورت آواز، بعض آوازیں انتہائی کریمہ ہوتی ہیں، اور انسان کسی بھی قیمت پر انصیح خوش دل کے ساتھ سننا کو اراحتیں کرتا چھے گدھے کی آواز معلوم ہوا کہ حاسِ سمع بھی دوسرے حواس کی طرح ہے، جس طرح انصیح اچھی چیزوں اچھی اور بری چیزوں بری معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح حاسِ سمع کو بھی اچھی آوازیں اچھی اور بری آوازیں بری لگتی ہیں۔

نص کی دلالت : اللہ تعالیٰ نے خوش آوازی عطا کی ہے اور اسے اپنا احسان قرار دیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اچھی آواز سننا مباح ہے ارشادِ ربانی ہے۔

گایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے، نہ اپنے دائیں ہاتھ سے الہ تک مسل چھوایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت علیہ السلام کا پیر ارشاد حرمت کی دلیل ہے تو الہ تک مسل کو دائیں ہاتھ سے چھوپنا بھی حرام ہوا چاہیے گیوں کہ بیت کے بعد آپ نے اس فعل سے بھی احتساب کیا ہے؟ اس سے یہ کمال ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیہ السلام جس حیز کو از راہ تقویٰ بنناۓ احتیاط بیان متناشائے طبع چھوڑ دینے والے حرام ہو جاتی تھی۔

ساتویں ولیل : ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ جس طرح یا فی سے بزرہ آتا ہے اسی طرح گانے سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے، بعض لوگوں نے اسے مرفع بھی روایت کیا ہے، لیکن اسکا رفع صحیح نہیں ہے۔ (۱) روایات میں ہے کہ لوگ حضرت عبداللہ ابن عزیز کے سامنے سے احرام پاندھے ہوئے گزرے اور اس سے ایک شخص کچھ گارہ اقا، ابن عزیز نے اس کی آواز سن کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول نہ فرمائے، اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول نہ فرمائے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عزیز کے گمراہ ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ ایک چہولہما کا تماہی ادا نظر آیا، آپ نے اس کی آواز سن کر اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھوٹیں لیں، اور آگے پاندھے آپ چند قدم چلنے کے بعد مجھ سے دریافت فرماتے ہیں، نافع کیا تم اب بھی وہ آواز سن رہے ہو؟ یہاں تک کہ ایک جگہ پنج کمیں نے عرض کیا کہ اب آواز نہیں آرہی ہے، تب آپ نے کانوں سے انگلیاں ٹکالیں، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایسے موافق پر) بھی کرتے دیکھا ہے (ابوداؤن) تب میں این عیاض فرماتے ہیں کہ گما زنا کا منتر ہے، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ گما زدا کاری کا رہنا اور فتن و غور کا قاصد ہے۔ یہی میں ولید کہتے ہیں کہ گانے سے پچھا اسلئے کہ گانے سے بے شری کو شہر ملتی ہے مشوٹ میں اضافہ ہوتا ہے اور جمین شرافت داغدار ہوتی ہے، گما شراب کا نائب ہے، اور وہی نش کرتا ہے جو شراب کا خاصہ ہے، اگر تم گما نئے پر مجبور ہو تو کم از کم حورتوں سے مت سنو، اسلئے کہ گما نئے سے دل میں زنا کا واسی پیدا ہوتا ہے، اب ان تمام اقوال کے جوابات سننے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا یہ قول کہ گانے سے نفاق پیدا ہوتا ہے گانے والے کے سلطے میں ہے، گیوں کہ گانے والے کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اپنی آواز اور فن کو لوگوں کے سامنے پیش کرے اور ان سے داد و صول کرے، اور لوگوں سے اس لئے مذاجلا ہے کہ وہ اس کی آواز پر فریفت ہوں، یہ اس کا نفاق ہے، ہم کہتے ہیں کہ اپنی آواز یا کلام کی خوبصورتی کے ذریعہ لوگوں میں مقبول ہونے کی خواہش حرام نہیں ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص خوب صورت کپڑے پہنے، اعلیٰ نسل کے گھوٹے پر سوار ہو، یا دوسری آرائش کی چیزوں استعمال کرے، یا کھلتی اور جانوروں کی عمرہ قسموں پر اترائے یہ سب امور بھی ریا اور نفاق کا باعث ہوتے ہیں مگر انہیں مطلق حرام نہیں کہا جاتا، مل میں نفاق کے ظہور کا سبب معاصری ہی نہیں ہوتے بلکہ ان سماجات سے بھی نفاق اور ریا و شکر جیسے امراض پیدا ہو سکتے ہیں، جو خلق کے دینکنے کے محل ہیں، لیکن وجہ ہے کہ حضرت عزیز نے اس خوبصورت اور مدد گھوڑے کی دم کاٹ والی تھی جس پر وہ سوار تھے، گیوں کہ اس کی خوش رہنمائی سے انہوں نے اپنے دل میں شکر گھوس فرمایا تھا، جانور کی خوش رہنمائی مباح امور میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباح امور بھی نفاق و ریا کا سبب بن سکتے ہیں اسلئے ابن مسعودؓ کے قول سے یہ استدلال کرنا صحیح نہ ہو گا کہ سماج حرام ہے کیوں کہ اس سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ان مجرمین کے لئے حضرت ابن عزیز کی بد دعا بھی حرمت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ آپ نے ان کے لئے بد دعا فرمائی کہ وہ احرام پاندھے ہوئے تھے، اس حالت میں اسکے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ حورتوں کا ذکر کریں، اور اپنے اشعار میں اسکے اوصاف بیان کریں، اشعار کے مضمون اور گانے کے انداز سے این عزیز بھوکھے گئے تھے کہ سماج بیت اللہ کی زیارت کے شوق میں نہیں ہے، بلکہ شخص کھلی کے طور پر ہے، آپ نے اس پر سمجھ فرمائی گیوں کہ یہ کوئی اچھی بات نہ تھی کہ وہ احرام پاندھے کراس طرح کی نخواتیں مشغول ہوں، جو داہے کی آواز سن کر

(۱) یہی نے اسے مرفع اور موقوف دونوں طرح دامت کیا ہے، معتقد نے اس حدیث کے رفع کو غیر صحیح اس لئے کہ اس کی شدید ایک بھول راوی موجود ہے

دوا نہیں، یہ بھی حرام نہیں، اسکے بعد سخنے لگے کہ میں آج تک ایک شیطان پر مالپنہ آسکا تھا اب دو شیطانوں پر کیسے عالم آسکا ہوں، ابو طالب کی سختی ہیں کہ ابو الحسن عسقلانی اپنے وقت کے مشور بزرگ تھے، ان سے مائع محتعل ہے، بعض اوقات وہ مائع کے دوران بے ہوش بھی ہو جاتے تھے۔ انھوں نے مائع کی تائید میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے، اس میں جواز کے دلائل کے ساتھ ساتھ مذکورین مائع کا بھرپور رو بھی ہے۔ کسی بزرگ سے محتعل ہے کہ میں نے ابو العباس حضرت حضرت علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے دریافت کیا کہ اس مائع کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے، انھوں نے جواب دی کہ یہ ایک صاف تمہی چیز ہے لیکن اسکے سامنے ملاعہ ہی ثابت تدم رہ سکتے ہیں، جاہلوں کو لغوش کا خطرہ لاحق ہے۔ مشاہد تھوڑی کہتے ہیں کہ میں خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ کیا آپ میں کہ میں خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، میں نے کہ کو کہ وہ مائع کے اول و آخر میں قرآن پاک کی خلاوت کر لیا کریں۔ ظاہر این حال ہماری وراق جو ایک صاحب علم بزرگ تھے خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جده میں سندور کے کنارے نبی ہوئی جامع مسجد میں مسکن تھا، ایک دن میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے اشعار سن رہے ہیں، مجھے ان کی یہ حرکت اچھی نہیں لگی کہ وہ اللہ کے گھر میں شعر بڑھنے اور سخنے میں مشغول ہیں، اس رات میں نے خواب میں دیکھا کہ جس جگہ وہ لوگ مائع میں صوف تھے وہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمایا ہیں، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ افسوس اشعار سن رہے ہیں، آپ پر وجود کی سی کیفیت طاری ہے، اور آپ پارہار اپنا دست مبارک سینہ مبارک پر رکھ لیتے ہیں، میں نے یہ محرک کھاتے تھیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ چیزیں اکابر صحابہ سناتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طرف متوجہ ہو کر فرمایا، مذاہق بھی (یہ درست ہے حق کے بھو جب) یا یہ فرمایا، مذاہق من چلہ یہ حق ہے حق کی طرف سے) مجھے باد نہیں رہا کہ آپ نے دو جملوں میں سے کون سا بدلہ فرمایا۔ حضرت جنید بغدادیؓ فرماتے ہیں کہ صوفیوں کی جماعت ہمیں موقع پر رحمت رب کرم سے مخفیہ ہوتی ہے، ایک کمال کے وقت ہمیں کہ یہ لوگ قادر کئے بغیر نہیں کھاتے، دوسرے باہمی مذاکرے کے وقت ہمیں کہ ان لوگوں کی گنگوہ کا موضوع مدینیت کے مقالات کے طاہر کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ تیرے مائع کے وقت ہمیں کہ یہ لوگ وہد کی کیفیت کے ساتھ سخنے ہیں اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں، ہمیں جریح نہ بھی مائع کی اجازت دی ہے، ایک مرتبہ کی چیز نے ان سے دریافت کیا کہ آپ مائع میں رخصت کے قائل ہیں، آیا فعل قیامت کے دن ہمیں میں شمار ہو گایا کتنا ہوں میں؟ فرمایا، ہمیں میں اور نہ گناہوں میں، لہکہ یہ لغو کے مشابہ ہے، اور لغو کے تعلق پاری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَا يُؤاخِذُكُمْ لِمَا لَمْ تُعْلَمُوْ فَيَأْمَارُوكُمْ (بے ۲۷ ر۲ آیت ۸۹)

اللہ تعالیٰ تم سے موافقة نہیں فرماتے تمہاری گھمیوں میں لغو تم (تو نہیں) یہ

بہر حال مائع کے سلسلے میں یہ غلط اقوال ہیں، تحدید کی راہ سے حق کی جگہ کرنے والا ان اقوال کے اختلاف سے جبران رہ جاتا ہے، اور وہ کوئی فیصلہ نہیں کرتا ہا کہ اس سلسلے میں حق کیا ہے، یا جدر اسکی بعیت ماں گل ہوتی ہے اور ہر چاہا جاتا ہے، یہ ایک غلط بات ہے اور دین میں نقصان کا باعث ہے، حق کو حق کے راستے سے طلب کرنا چاہیے یعنی کسی بھی چیز سے متعلق اسکے تمام پسلوں کا علم حاصل کرنا چاہیے خواہ وہ مبنی ہوں یا ملاح اور اس علم کے ذریعے حق تک پہنچنا ہا ہے، ذیل میں ہم مائع کا اس نقطہ نظر سے جائزہ لیتے ہیں۔

مائع کی اباحت کی دلیل

کسی بھی چیز کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پاری تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہیں ہے گھوریہ کہ قیامت کے دن اس پر موافقہ ہو گا، اور مرکب کو مزادی جائے گی، اس قابو کی رو سے مائع کی حرمت کے قابلین کو اہل مائع کے مخذب ہونے کا

ہے کہ یہ حضرات مسیح کی حرمت کے قائل تھے، امام شافعی نے کتاب آداب الصنائع میں لکھا ہے کہ راگ ایک لفڑا اور پاندیدہ کھیل ہے اور باطل کے مشابہ ہے جو شخص بکھرت اس کھیل میں حصہ لے رہا احتیج ہے اسکی شادادت قول نہ کیا جائے۔ قاضی ابواللیب طبری کہتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک فیر غرم فورت سے گناہ سننا کسی بھی عالت میں جائز نہیں ہے خواہ وہ بے پروردہ ہو، باپروردہ نہیں ہو، آزاد ہو یا لوطی ہو، حضرت امام شافعی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آقا کا اپنی باندی کے گیت سننے کے لئے لوگوں کو جمع کرنا حادثت کی دلیل ہے، ایسے شخص کی گواہی تسلیم نہ کی جائے، امام شافعی کوئی دفیوے گت لگانے کو پاندیدہ فرماتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ یہ راگ اور بھی فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کے نزدے کھلیلوں کی بہبتدہ زیادہ پاندیدہ اور کمودہ ہے، میں مخلوں کی بھی پاندیدہ نہیں ہے، امام تمام کھلیلوں سے بھی مجھے غرفت ہے جن میں لوگ مشغول ہیں، اسلئے کہ لبوب لعب دین دار اور شریف لوگوں کا شیخوہ نہیں ہے، امام مالک کے نزدیک بھی گاما منزع ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص باندی خردے اور بعد میں یہ معلوم ہو کہ وہ مخفی ہے تو اسے وہیں کردن چاہیے۔ ابراہیم ابن حذفہ کے طاولہ تمام الہیں میں کامی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ نے بھی مساعی سے سمع فرمایا، اذرا سے گلتوہ ترار دیا۔ سخیان ثوری صحابہ، ابراہیم، شبی اور دوسرے تمام فقیہے الہیں کوفہ کی بھی وہی رائے ہے جو امام ابوحنیفہ کی ہے۔ مساعی کی خلافت کے سلسلے میں واردیہ اقوال اور فقیہے امت کے ارشادات قاضی ابواللیب طبری نے نقل کئے ہیں، ابوقطالب کی مساعی کی اپاہت کے قائل ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے بہت سے صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کے محل سے استدلال کیا ہے، ان کے بقول صحابہ میں سے عبداللہ بن جعفرؑ عبداللہ بن زیدؑ مخصوصین شعبہؑ اور محاویؑ وغیرہ حضرات سے مساعی متعلق ہے کہ کے رہنے والے سال کے ان الفضل ترین دنیا میں مختیٰ رہے ہیں، اور آج کے دن تک وہ لوگ مساعی کی مخلوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنی ابوموسیان کے پاس باندیلوں ویکھیں جن کا معرف یہ تھا کہ وہ صرفوں کو راگ سنایا کرتی تھیں، طعام کے پاس بھی وہ گائے وہی باندیلوں قیسی، اسکے بعض دوست و احباب بھی ان باندیلوں سے نفع نہیں نکلتے تھے، لوگوں نے ابوالحسن ابن سالم سے کہا کہ تم مساعی کا انکار کرتے ہو، حالانکہ جنید بقدر ادی سری سفلی اور قدر الغون مصری ہیسے اکابر اسے جائز کہتے ہیں؟ فرمایا: بھلامیں کیسے انکار کر سکا ہوں جب کہ مجھ سے بھتر لوگ اسکے قائل ہیں اور اسے اچھا کہتے ہیں؟ عبداللہ بن جعفر طیار سے بھی مساعی متعلق ہے فرمایا کرتے تھے کہ میں مساعی میں لبوب لعب پاندیدہ نہیں کرتا۔ بھی ان محااذ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں جنیں ضائع کر دیں، اب شاید ہیں جنیں مل سکیں، ایک خوبصورتی کیسا تھوڑا حادثت، دوسری خوش گفتاری کے ساتھ دوانت اور تیری و فداواری کے ساتھ حسن اخوت، بعض کتابوں میں اس مقولہ کو حادث ابن حماشی کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بھی ان محااذیا حادث ابن حماشی اپنے زید، تقریٰ اور دین کے میدان میں سخت ترین جدوجہد کے ہاندروں سالخ کو جائز کہتے تھے، ابوقطالب کی کہتے ہیں کہ ابن حماشی اپنی دعوت قبول نہ فرماتے جو مساعی سے خالی ہوتی بہت سے لوگوں نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ہم کسی دعوت میں شریک تھے ہمارے ساتھ، مجھ کے نواسے ابوالقاسم، ابوکمر ابن دلفہ اور ابن حماشہ بھی تھے، اسی دوران مخالف مساعی بھی، ابن حماشہ نے ابوالقاسم سے کہا کہ ابوکمر ابن داؤد کو مساعی کے لئے پتار کرو، ابوکمر نے حدیث کی اور اپنے والد کا حوالہ دیا کہ انہوں نے امام احمد ابن حبل سے مساعی احمد کی ساتھ میسیح کے نواسے ابوالقاسم، ابوکمر ابن دلفہ اور ابن حماشہ بھی تھے، اسی دوران مخالف مساعی بھی، ابن حماشہ نے ابوالقاسم سے کہا کہ ابوقہر ابن داؤد کو مساعی کے لئے پتار کرو، ابوکمر نے حدیث کی اور اپنے والد کا حوالہ دیا کہ انہوں نے امام احمد ابن حبل سے مساعی احمد کی کراہت نقل کی ہے، اور میں بھی امام احمد کا ہی ہوں، ابوالقاسم کرنے لگئے کہ بھیرے نانا احمد ابن حبل نے مجھ سے مساعی احمد کا قول نقل کیا کہ ان کے والد ابن خیازہ کا کلام ناکرتے تھے، ابن حماشہ نے ابوکمر سے کہا کہ تم اپنے والد کا قول رہنے دو اور ابوالقاسم سے کہا کہ تم ابھی اپنے نانا کا حوالہ مت دو میں تم سے صرف اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا شریعت حدا اور پڑھنے والے کا خوش آواز ہونا حرام ہے؟ ابوکمر نے جواب دیا تھیں، ابن حماشہ نے پوچھا کیا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ شریعت کے دو ران محدود الفاظ کو مقصود کر دے، اور متصور کو محدود کر دے (یعنی صحیح تمان کر پڑھے اور آواز کے زیر دم اور اتار پڑھا کا خیال رکھے) جواب

کافوں میں الگیاں دینے سے بھی حرمت ٹابت نہیں ہوتی اسی تھیسیں لئے کام چوای بھی ہے۔ یکوں کہ اگر چوایے کام کا حرام ہوتا تو آپ نافع سے بھی کہتے کہ وہ بھی کان بند کر لیں اور چوایے کی آواز نہ شیل نہ آپ نے ان سے کان بند کرنے کے لئے کما اور نہ یہ فرمایا کہ اس کی آواز کی طرف دھیان مت دو بلکہ ہار بار کسی سوال کرتے رہے کہ کیا اب بھی تم اس کی آواز سن رہے ہو، شاید آپ نے اپنے کان اسلئے بند کرنے ہوں کہ کمیں اس کی آواز سے خیالات کی بند بھل جائے اور اس غفر کا تسلیم نہ نوٹ جائے جس میں وہ مستخرق تھے، یا اس ذکر میں خلل واقع تھا جو بلاشبہ چوایے کے کام سے زیادہ افضل اور نفع بخش تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا حوالہ اور نافع کو اس عمل کی تلقین نہ کرنے سے حرمت کی طرح ٹابت نہیں ہوتی، زیادہ سے زیادہ اتنا ٹابت ہوتا ہے کہ ترک ساعت بہتر ہے، ہم بھی کی کہتے ہیں کہ اکثر حالات میں ترک ساعت بہتر ہے بلکہ یہ بات ساعت یہ پر کیا موقوف ہے بہت سے مباح امور کے لئے بھی کی تھی حرم ہے، اگر اسکے اشغال سے دل پر غلط اڑات مرتب ہوئے کا اندر ہو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابو جہنم کی دی ہوئی چادر اتاروی تھی یہی یکوں کہ اس پر بنے ہوئے نقش و نثار سے دل کی توجہ پہنچی تھی۔ (بہ روایت کتاب اسلام میں مذکور ہے) کیا آپ کے اس فعل سے منقش کپڑے حرام سمجھے جائیں گے؟ ممکن ہے کہ ابن عمرؓ نے چوایے کی آواز سے ایسی ہی کوئی کیفیت حسوس کی ہو جو آپ نے منقش چادر اوڑھ کر حسوس فرمائی تھی، پھر ابن عمرؓ کوئی معمولی شخص نہ تھے، ان حضرات کو توبیث ہی حق کی حضوری پسرو رہتی ہے، ساعت سے دل اپنے دل کے احوال بدلتے کی کیا تدبیر کریں گے، یہ تدبیر دوسروں کے لئے کمال ہیں، حصیری کہتے ہیں کہ میں اس ساعت کا کیا کروں جو کافی دلے کی موت پر منقطع ہو جائے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ سے سنا یہی رہنے والا ہے، انہیاء طیم السلام یہی سخن اور دیکھنے کی لذت میں رہجے ہیں اسلئے انہیں قلب کی تحریک کے لئے کسی غیر کی صورت نہیں ہے۔ قصیل ابن عیاض اور دوسرے بزرگوں کی اقوال زیر بحث ساعت کے لئے نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق فاسقوں اور شوت رانوں کے ساعت سے ہے، اگر ہر ساعت ناجائز ہوتا تو آپ ہرگز ان دو چھوکریوں کا گیت نہ سنتے جو عید کے روز حضرت مائتھ کے مکان میں گاری تھیں۔

بعض لوگوں نے تاریا جوں پر قیاس کر کے گائے کو حرام قرار دیا ہے، لیکن گائے کو تاریا جوں پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں ہے، ان دونوں کا فرق پہلے یعنی کیا چاچا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ گاتا لمو لعب میں داخل ہے اسلئے حرام ہے، لیکن گائے کے علاوہ بھی بہت سی جنیں لمو لعب میں داخل ہیں، اول تو یہ دنخواہی زندگی ہی تمام لمو لعب ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ذکور ہے، حضرت عمرؓ نے اپنی اہلیت سے فرمایا تھا کہ تو گھر کے کونے میں پڑا ہوا ایک کھلونا ہے، عورتوں کے ساتھ ہر طرح کی دل تھی، اور نہیں مذاق کھیل ہی تو ہے، اور یہ کھیل خیبر اور صحابہ و اولیاء سب ہی نے کھیلا ہے، بے ہودگی اور فواحش سے پاک فسی خلاں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے اس طرح کی نہیں متعلق ہیں تیسرا جلد کی کتاب آنات اللسان (زبان کے آتوں کے بیان) میں اس نہی کے واقعات بیان کئے جائیں گے، انشاء اللہ۔ بیشیوں اور زنگوں نے جو کچھ یہ دن اور گھن مسجد میں کیا کیا وہ کھیل نہیں تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھیل دیکھا، حضرت عائشہؓ کو دیکھایا، حضرت عمرؓ کو منع کرنے سے باز رکھا، اور کھلاڑیوں کو اپنا کھیل جاری رکھنے کی بداءت فرمائی، ان تمام امور سے قطع نظر ہم کھیل سے حاصل ہونے والے قائد کو اپاہت کی عمل سمجھتے ہیں، اس حقیقت سے الکار نہیں کیا جا سکتا کہ کھیل سے دل کو راحت ہوتی ہے اور تھرات کا پوچھ جلا پڑ جاتا ہے اگر دلوں اور جسموں سے زبردستی کام لیا جائے وہ جب بھی کرویں گے، مگر راحت پائی کے بعد ان کے کام کر فتار بھی زیادہ ہوگی، اور نیائج کے اعتبار سے بھی وہ کام اچھا ہو گا، مثلاً درس و تدریس میں مشغول رہنے والے شخص کو جمعی رکھنی چاہیے، ایک دن کی جمیں بہتے کے باقی دنوں کے لئے چھتی اور تو اہل میا کرے گی، جو شخص نوافل پڑھتا ہو اسے بھی کبھی اسراحت کرنی چاہیے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے شب و روز میں کچھ اوقات ایسے رکھ دئے ہیں جن میں نماز کردہ ہوتی ہے، برعکس جس طرح تعطیل سے عمل پر مدد ملتی ہے اسی طرح کھیل سے دل و دماغ کو سکون ملتا ہے، مسلسل جدوجہد اور حق کی راہ میں حاصل ہونی والی تھی، اور مشقت پر پوری

میں ٹھہر جاتے تھے اور میر کرنا صرف تذکرہوں کی خصوصیت ہے، ماضی یہ تلاک کی مکمل تحریک ہوئے توں کے لئے راحت ہے، اس لحاظ سے اس کے مبالغہ ہونے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی تاہم کمیل میں بہت زیادہ وچھی لینا بھی نیک نہیں ہے، جس میں دوا کی زیادتی میریض کو سخت نہیں دے سکتی بلکہ بعض اوقات مرض کی شدت کا سبب بن جاتی ہے، اس میں دوا کی مکمل بھی راحت کے بجائے تحریک کا باعث بن جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس نیت سے مانع میں حصہ لے کے اس سے جادوت کے لئے نشاط لور قوت پیدا ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے حق میں یہ مانع بھی جادوت ہے اور یہ اس شخص کے حق میں ہے جو اپنے دل میں کسی محمود صفت کو متحرک کرنے کے بجائے مکمل لذت اور استراحت کے لئے نہیں ہے، ایسے شخص کے حق میں مانع مستحب ہونا چاہیے، اس میں تحریک نہیں کہ مانع سے لذت و استراحت حاصل کرنا لفڑی پر دلالت کرتا ہے، مکمل یہ ہے کہ آؤ اپنے فرش کی راحت کے لئے حق کے علاوہ کسی بھی چیز کا حاجج نہ ہو، مگر کیوں کہ تینیاں مقربین کی برائیاں ہیں، اسلئے تینوں کے حق میں مانع منعید ہے، جو مقربین کے لئے اس میں کوئی لفڑی نہ ہو، جو لوگ دلوں کے امراض اور ان کے طلاق کی تذکروں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مانع وغیرہ سے دلوں کو راحت پہنچانا ایک ناگزیر عمل ہے اور اسکی غافل دو ایسے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

مانع کے آثار و آداب

جاننا چاہیے کہ مانع کا پہلا درجہ یہ ہے کہ جو کچھ سنا جائے وہ سمجھ میں آئے، جوہات سننے والے کے ذہن میں آئے اسے اپنے آپ پر دھال لئے فہم سے وجد ہوتا ہے، اور وجد سے امداد ایں حرکت ہوتی ہے اس میں مانع کے تین مقامات ہوئے، ان تینوں مقامات کی الگ الگ تفصیل کی جاتی ہے۔

پہلا مقام فہم مسموع : فہم (سمعت) سننے والے کے حالات کے اختلاف سے تلف ہوتا ہے، اور سننے والے کی چار حالتیں ہیں۔

پہلی حالت: طبعی مانع : پہلی حالت یہ ہے کہ اس کا سنتا صرف طبی ہو، یعنی اسے خوش آوازی اور لغات کی مونونیت، اور ظاہری طرز ادا سے حاصل ہونے والی لذت کے علاوہ اسے کسی اور چیز سے کوئی سروکار نہ ہو، یہ مانع کا اولیٰ درجہ ہونے کے باوجود مبالغہ ہے، اولیٰ درجہ اس لئے ہے کہ آواز اور مونونیت کی لذت حاصل کرنے میں اونٹ اور دسرے جوانات بھی شریک ہیں، وہ بھی حدی کی آواز پر سرد مختنے ہیں اور نشے کی ترکی میں آہر بی بی سافتی مختروفت میں ملے کر لیتے ہیں اس نوٹ کے لئے صرف زندہ ہونا کافی ہے، ہر جا تو رخوب صورت آوانوں سے کچھ دمکھ لذت حاصل کریں یہاں ہے۔

دوسری حالت : فہم کے ساتھ مانع، اور غیر کے احوال پر تطبیق : دوسری حالت یہ ہے کہ فہم کے ساتھ نہیں، معنی و مضمون بھے لیں جو کچھ بھے اسے کسی معین شخص یا غیر معین فرد پر دھالا جائے، یہ تجویں اور ثبوت پرستوں کا مانع ہے کہ وہ ہر شعر کو وہ معنی پہناتے ہیں، جس سے ان کے جذبہ ہوں پرستی کو تکین ملے، یہ حالت اسی نہیں ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے، میں اتنا لکھنے کافی ہے کہ اس حالت کا نہ ہونا ہی خیر ہے۔

تیسرا حالت : اپنے حال پر اطمینانی : تیسرا حالت یہ ہے کہ فہم کے ساتھ نہیں، اور جو کچھ نے اسے اپنے ان حالات پر متعلق کرنے کی کوشش کرے، جن کا اعلیٰ اللہ تعالیٰ سے ہے اور جو تکن و تقدیر کی کیفیات سے گرتے رہے ہیں، یہ مددین کا مانع ہے، خاص طور پر ان لوگوں کا جو راه سلوک کی ابتدائی مذراوں میں ہیں، ہر مرد کا ایک مراد ہوتا ہے ہے اس کا مقدمہ بھی کر سکتے ہیں، اور وہ مقدمہ بے اظہری معرفت، اس کی تلاش اور مشاہدہ ہاٹن اور کشف کے طریق سے اس تک پہنچنے، اسی محدود کے حوصل کا ایک راستہ ہے، جس پر وہ چلتا ہے، کچھ محاولات ہیں جنہیں وہ انجام دھاتے ہیں اور جن پر موافقت کرتا ہے، کچھ حالات ہیں جو

اسے پیش آتے ہیں، چنانچہ جب وہ عتاب و خطاب، قول و رد و مصل و فراق، قرب و بعد، حضرت و افسوس، طبع و شوق، امید و یہم و حشت و انس، وفا و جفا، خوف بھر، سرور و مل، ریدار دوست، نکت رقیب، طور فراق، وعدہ و مصال و غیرہ کے مفہومین پر مقتول اشعار سنتا ہے تو کوئی نہ کوئی مضمون اسکے احوال پر ضرور صادق آتا ہے، ایسی صورت میں وہ مضمون اسکے مدل پر اس طرح اڑدا ہے، اور سلسلہ مدل پر اس طرح حب الہی کی طبع بخشن کرتا ہے جس طرح پھر کر رگز سے ہمچنان میں روشنی پیدا ہوتی ہے، اس کے مدل کی آنکھ بھرک انتہی ہے، قلبہ شوق میں انسانہ ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات وہ حالات بھی پیش آتے ہیں جو اس کی عادت کے مقابلہ ہوں۔ الفاظ کو اپنے حالات پر منطبق کرنے کی بڑی سمجھائش ہے، سخنے والے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ شاعر کے کلام سے وہی معنی و معلوم سمجھے جو صاحب کلام کی مراد ہے، ہر لفظ اپنے اندر معنی کی وسیع دنیا رکھتا ہے اس وسیع دنیا کی پہنائیوں سے اپنے معتقد کے گوہر آبدار تھیں یعنی سخنے والے کی محل و نظر پر موقف ہے: ہم اس طبقے میں کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں، اس سے معلوم ہو گا کہ الفاظ کو اپنے مقصود پر دھالنا مشکل کام نہیں ہے، بہت سے جالیں یہ سمجھتے ہیں کہ جن اشعار میں زلف و رخسار، سرور و مصل اور غم فراق کا ذکر ہو گا وہ اپنے ظاہری پر محمول ہوں گے، ان میں دوسرے محتوں کی سمجھائش کیا؟ ہم یہاں ایک لفظ سے مختلف معنی سمجھنے کی کیفیت بیان کرنے کے بجائے بعض الیمان کے واقعات بیان کرتے ہیں، ان سے معلوم ہو گا کہ یہ ارباب قلب کس طرح اپنے مطلب کی باتیں اخذ کر لیا کرتے تھے۔

امل سماع کی حکایات : ایک صوفی نے کسی شخص کو یہ شعر بختہ ہوئے تھا :-

قال الرسول غدائرزو ورفقلتتعقل ماتقول

(رسول (عاصد) نے کہا کہ کل تم لوگے میں نے کہا کہ خبر بھی ہے تو کیا کہہ رہا ہے)

اس آواز اور کلام کا صوفی نہ کوہر پر اس قدر اڑھو اک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، اسی حالت میں وہ پارہار یہ شعر بختہ لکھا، تعلق کیت کون سے بدل لیا جس سے میغہ غاذب کے بجائے میغہ مخلص کے معنی پیدا ہو گئے، وہ لذت و سرشاری کی بھرپور کیفیت کے ساتھ یہ شعر دہراتے ہیماں تک کہ ان پر فٹی طاری ہو گئی، جب ہوش آیا تو لوگوں نے ان سے وجد کی وجہ دریافت کی فرمایا کہ مجھے سرکار دو عالم ملی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد ہے یا تھا کہ جنت والے ہر جمعہ کو اپنے رب کا دیدار کریں گے (تنڈی، این ماچہ، ابو ہریرہ)

متنی اہن دراج سے لفظ کرتے ہیں کہ میں اور فوٹی بھرو اور الیہ کے درمیان وجلہ کے کنارے کنارے چلنے جا رہے تھے، راستے میں ایک مالیشان محل پر نظر رہی، محل کے ہمینے حصے میں ایک شخص بیٹھا ہوا اپنی باندی کا گھاٹاں رہا تھا، باندی اس وقت یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

کل يوم تستلون غير هذاب کہ حسن

(تو ہر روز ایک نیار گفتہ تھا، اگر تو ایمانہ کرے تو یہ تحریر لئے لیا جا چاہے)

اسی دوران ایک خوبصورت نوجوان اور ہر آنکھ اس کے جسم پر پھٹا پڑا بابس تھا، یہ شرمن کر لئک گیا، اور باندی سے کتنے کا! اے باندی تھے رب کی حشم! اور تیرے آتا کی زندگی کی حشم! یہ شعر دہارہ سنا، باندی نے اسکی فریائش پوری کی، وہ نوجوان کہنے کا بند! اپنے رب کے ساتھ میرے قاتلوں کی لیکی کیفیت ہے، میں ہر روز ایک نیار گفتہ اختیار کرتا ہوں، اس اختیار حال کے بعد اس نے سردو آہ بھری اور جان جان آفرین کے پروگردی، ہم یہ مistrad یکو کر جیعت میں نہ گئے، میں نے اپنے رشت سے کہا کہ اب ہمیں آگے چلنے کے بجائے اس فرض (میند کی تفہیں) کی محیل کلی ہاٹیے ہو، ہمارے کاندھوں پر آپڑا ہے، کچھ لوگ بھرے سے یہ واقعہ سن کر آگے کے سب نے مل کر نماز جانہ پڑی اور اس کی تفہیں کافر پڑھنے الجام دیا، مالک مکان کی حالت زیادہ وگرگوں تھی، اس لئے باندی کو اللہ کی راہ میں آزادی کا پروانہ رہا، اور لوگوں سے کہنے لا کر اے اہل بھروسہ! تم لوگ کو اہر نہ میں نے اپنی تمام چیزیں اللہ

کی راہ میں وقف کر دی ہیں، اور اپنے تمام خلاموں اور باندھوں کو آزاد کر دیا ہے، اس شخص کی بھیب کیفیت تھی، یہ کہ کروہ اٹھا، اپنے کپڑے اتارے، دو چادریں لیں، ایک جسم پر لختی اور دوسری کانٹے پر ڈالی، اور لوگوں کے وکھنے دیکھنے جگہ کی راہ ہو لیا بہت سے لوگ اس کی جدائی سے غفرانہ تھے، اور اس مظہر کی تاب نہ لا کر زار و قطار بورہ ہے تھے، بعد میں اس کے حلقوں پر بھی بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہ مزاجی ہے اور اب کس حال میں ہے؟

اس واقعہ سے ٹاپت ہوا کہ دو نوجوان ہر وقت اپنے حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستقر تھا، اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ میں اس معاملہ میں حسن ادب کے ساتھ ٹاپت قدم رہنے سے عاجزوں قاصر ہوں، وہ اپنے دل کے عدم استقلال، اور جادہ حق سے انحراف پر انتہائی تباہ تھا، چنانچہ جب اس نے وہ سعر نہجا ہواں کی حالت کا فناز تھا تو اس نے یہ خیال کیا کہ گواخ دال تعالیٰ اس سے مقابلہ ہیں اور اسے تکون مزاجی پر تنیسرہ فرمائے ہیں کہ تو ہر دفعہ نئے نئے رنگ بدلتا ہے، تمیرے لئے بھتری اس میں ہے کہ تو صبغۃ اللہ (الله کے رنگ) میں رنگ جائے، اور کوئی دوسرا رنگ تھوڑا نہ چڑھے۔

صفاتِ الہی کی معرفت ضروری ہے: جن لوگوں کا سامع من اللہ، علی اللہ اور فی اللہ ہو، یعنی ذاتِ حق کے سو اسائی سے ان کا کوئی دوسرا مقصود نہ ہوا چیز چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کا علم اچھی طرح حاصل کر لیں، ورنہ سامع ان کے حق میں خطا کا باعث بھی بن سکتا ہے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حق میں وہ بات تصور کر دیجئے جو اس کے حق میں نہ ہے، ایسا شخص اپنے اس خلاط خیال کی وجہ سے کفر نکل بخوبی سکتا ہے، راہ سلوک کے بندیوں کو اس وادی میں زیارت خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، انھیں سامع سے پسلے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا علم منفرد کر لینا چاہئے، ایمانہ ہو کہ وہ لا علمی میں باری تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کر دیں جس سے وہ خطا اور پاک ہے، اور پر کے واقعے میں جو شر کھا گیا ہے اس میں بھی بندی سامع غلطی کر سکتا ہے، اور وہ اس طرح کہ اپنے آپ کو سمجھنے سمجھے، اور خدا تعالیٰ کو خالق تصور کرے، اس طرح شر میں نہ کوئی تکون کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف ہو گی، اور یہ نسبت کفر کا سبب بن جائے گی، بعض اوقات اس طرح کی غلطیاں جمالت اور لا علمی کی وجہ سے سرزد ہوتی ہیں، اور بعض اوقات اس میں تحقیق کو بھی دغل ہوتا ہے، خواہ وہ خلاطی کیوں نہ ہو، مثلاً ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے قلوب کا تغیریہ یا لکھ کر تمام دنیا کا تغیریہ باری تعالیٰ کی طرف سے ہے، اس عقیدے کی تائید سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ہمارا مشاہدہ اس کی تعدیل کرتا ہے، ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی دو الگیوں کی درمیان ہیں، بھی وہ انھیں نکل کر رہا ہے اور بھی کشادہ نہ رہتا ہے، اور بھی ان میں نور بکھیر رہتا ہے، بھی انھیں علیت کر دہ بنا رہتا ہے، بھی ان میں نہیں پیدا کر رہتا ہے اور بھی انھیں نرم کر رہتا ہے، اور بھی انہی اطاعت پر ٹاپت اور سمجھنے کر رہتا ہے، اور بھی جادہ حق سے مخفف کرنے کے لئے شیطانوں کو مسلط فرمادیا ہے۔ یہ سب مخالف احتقاد و احوال باری تعالیٰ کی طرف سے ہیں، بندے کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اپنے نکب کی کسی بھی کیفیت کا ازالہ کر سکے، یا ایک کیفیت کی جگہ دوسری کیفیت پیدا کر سکے۔ اگر دنیا میں اس طرح کے مخالف احوال اوقات قریب میں کسی ایک شخص کی طرف سے صادر ہوں تو اسے عرف میں غیر مستقل اور تکون مزاجی کہتے ہیں غالباً شاعر نے اس شعر میں اپنے محبوب کو مخالف کیا ہے، اور اس کی تکون مزاجی پر فکایات کی ہے کہ وہ بھی اس کی محبت کو شرف قبول سے نواز رہتا ہے اور بھی پائے حرارت سے نکرانا ہے، بھی اسے اپنے قرب کی لذت بخش رہتا ہے، اور بھی دوری کی تجھی برواشت کرنے پر مجبور کر رہتا ہے، شاعر کی اپنے محبوب سے فکایات بجا، لیکن سامع میں یہ شعر دھا جائے، اور نئے والا اپنے آپ کو سمجھنے اور باری تعالیٰ کو مقابلہ سمجھ کر تکون مزاجی کا شکرہ کر دیجئے تو یہ کفر مخلص ہو گا، اسے یہ بات اچھی طرح سمجھ لئی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دوسروں کو بوجلتا ہے خود نہیں بدلتا، دوسروں کے احوال میں تغیر کرتا ہے خود اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، تغیر نہیں کا وصف ہے، باری تعالیٰ کی ذات و صفات تغیر کے عجیب سے پاک ہیں، باری تعالیٰ کی اس صفت کا علم و دوسروں کو بوجلتا ہے خود نہیں بدلتا، مرید کو اعتقاد تحلیدی و ایمانی سے حاصل ہوتا ہے، اور عارف حق کو یقین سمجھی تھیں سے، اللہ تعالیٰ کا یہ وصف مجیب ہے، اس کے ملاوہ کسی دوسرے میں یہ وصف نہیں پایا جاتا۔

ارباب وحد اور حدادوب : بعض لوگوں پر وجود کی دھوشن کرن کی صفت طاری ہو جاتی ہے، اور وہ اس طرح سکنے لگتے ہیں جس طرح بعض لوگ شراب پی کر بہک جاتے ہیں، اس حالت میں ان کی زبان پاری تعالیٰ کے ساتھ حتاب پر کھل جاتی ہے، اور اس حقیقت کو بعد سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو اپنا مطیع کر رکھا ہے اور ان کے احوال مختلف طور پر تقسیم کر رکھے ہیں چنانچہ اس نے صدقیتین کے دلوں کو منفا کے نور سے روشن کیا، اور مسکرین و مغورین کے دلوں میں تاریکی پیدا کی اور جوچیز عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس جیز کو روکے اسے کوئی دینے والا نہیں ہے، فقارے ہدایت کی توفیق اسلئے سب نہیں کی گئی کہ سابق میں ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا، جس کی سزا اُنہیں ہدایت کے نور سے محروم رکھ کر دی گئی، انہیاء و مرسلین کو اپنے نور ہدایت اور توفیق ہدایت سے اسلئے سرفراز نہیں کیا پہلے ان سے کسی قسم کی نیکی کا غلتور ہوا تھا یہ سب تقدیر اُنہیں ہے کہ جس کو چاہا ہدایت کے جالے بخش دیے، اور جسے چاہا کفر و جمود کی تاریکیوں میں پناہ لینے پر مجبور کرو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كِلِمَتَنَا إِلَيْهِ بَادِنَ الْمُرْسَلِينَ (پ ۲۳ آیت ۱۷)

اور ہمارے خاص بندوں یعنی عذبوں کے لئے ہمارا یہ قول پلے ہی مقرر ہو چکا ہے۔

وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلِ مِنِّي لَا مُلْقَى جَهَنَّمَ مِنَ الْجِحَّةِ وَالنَّارِ إِلَيْهِمْ يُعَذَّبُونَ (پ ۲۱ آیت ۱۳)

اور لیکن میری یہ بات صحیق ہو چکی ہے کہ میں جنم کو جنت اور انسان دونوں سے ضرور بھروس گا۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ الْحُسْنَاتِ أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْغَلُونَ (پ ۲۷ آیت ۱۶)

جن کے لئے ہماری طرف سے بھلاکی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (عدنخ) سے دور کئے جائیں گے۔

اب اگر تم اس تقسیم پر اعتراض کرو کہ تقدیر سابق ہی کیوں مختلف ہوئی، عبورت میں سب مشترک تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ انہیاء کو ہدایت کی توفیق اور فقار کو ہدایت سے محروم دی گئی تو تحسیں لکھا را جائے گا کہ خبدار حدادوب سے تجاوز کرت کرو، اس ذات پاک کی شان یہ ہے

لَا يُشَدُّ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُنْمُبَشَّلُونَ (پ ۲۷ آیت ۲۳)

وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور وہ باز پرس کی جاسکتی ہے۔

اس طرح کی ہائیں زبان پر تو کیا دل میں بھی نہ آئی ہائیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ زبان سے ادب کرنے پر اکثر لوگ قادر ہیں، لیکن دل اس تقسیم پر حرمت زدہ رہتے ہیں کہ آخر ان لوگوں کا کیا قصور ہے، جن کی قست میں یہ شکر کے لئے ممتازت لکھ دی گئی ہے، اور انہیں کس عمل کا انعام دیا جا رہا ہے جن کے ہمیں میں سعادت کے لاذوال خزانے آئے، دل کے ادب پر صرف وہ لوگ قادر ہیں جنہیں علم میں رسمخ حاصل ہے، گئی وجہ ہے کہ جب کسی شخص نے حضرت خضر طیبہ السلام سے خواب میں سماع کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب ریا کہ وہ صاف تمہری چیز ہے مگر اس پر علماء کے علاوہ کوئی ثابت قدم نہیں رہتا، اس کی وجہ یہی ہے کہ سماع دل کے خفیٰ اسرار کو خریک ملتی ہے، اور جس طرح نہ اور چیز آدمی کو اس حد تک دھوشن کر دیتی ہے کہ عقدہ زبان کھل جاتا ہے، اسی طرح سماں بھی دلوں کو دھوشن کر دیتا ہے عجب نہیں کہ دھوشن کی یہ کیفیت طاری ہونے کے بعد باطنی ادب بھی ہاتی نہ رہے، اور دل طرح طرح کی وسوسوں کی آما جگا دین جائے، اسی لئے کسی محتل مدنے کی مقاومت کا شہم سماں سے برادر چھٹ جائیں نہ ہمیں ثواب ملے اور نہ عذاب ہو، اس قسم کے سماں سے کہیں زیادہ خطرات ہیں جو شوت کا عمرک ہو، اسلئے کہ اس سماں کی غایت صحت (زنما) ہے اور اس سماں کی غایت کفر ہے۔

وجود کا تعلق قسم سے ہے : یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قسم سے والے کے اہمبارے مختلف ہوتا ہے، دو آدمی ایک

شعر سخنے ہیں اور دونوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے، حالانکہ ایک نے شعر کا صحیح معلوم سمجھا، اور دوسرا نے سمجھنے میں لطفی، یا دونوں نے صحیح معلوم سمجھا، لیکن ان دونوں کا فہم ایک دوسرے سے مختلف تفاصیل ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اپنے خیالات کے انتہا سے سختی سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ایک شخص پر شعر بڑھ رہا تھا۔

سبحان جبار السما ان المحبل فی عنا

(آسمان کا جبار (باری تعالیٰ) کا کہ ہاشمی سنج میں جلا رہا تھا)

عتر غلام نے یہ شعر نato کرنے لگا کہ تو سچ کرتا ہے، واتھ عاشق رنج و جن میں جلا ہے، دوسرے شخص نے انشا کیا، اور عاشق کو جلا نے غم تلا نے والے کی حکمتیب کی، تیرے شخص نے کہا کہ تم دونوں کی رائے اپنی اپنی جگہ درست ہے، تقدیم اس عاشق نے کی ہے جسے حصول مقصود میں ناکامی کا منہ و کھانا ہوا، محبوب کا اعراض، اور بے رخی اس کے لئے سوانح موجود ہے، حکمتیب اس عاشق نے کی جو محبت میں اس قدر ذوب کیا کہ متعلق کی طرف پہنچنے والی ہر تکلیف اور ہر احتیاط میں اسے راحت لظر آنے کی، وہ اس دوری اور محبوری کے باوجود تصور درست سے خدا ہما تا ہے، اور وہ فرد اپر قائم ہے، یا ایسے عاشق نے کی جو اگرچہ فی الحال اپنے مقصد میں کامیاب نہیں لیکن اسے کامیابی کا اس درجہ یقین ہے کہ وہ محبوب کے اعراض کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اس مثال سے سمجھو میں آتا ہے کہ سخنے والوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں اور وہ جو کچھ سخنے ہیں اسے اپنی حالت پر محمول کرتے ہیں۔

ابوالقاسم ابن مروان، ابو سعید خرازی کی محبت میں رجے تھے، اور انہوں نے سارے میں شرکت کرنا محبوزدی تھی، یہ بزرگ ایک مرتبہ کسی دعوت میں گئے، مغلظل ساع شروع ہوئی، کسی شخص نے یہ شعر نایا

واقف فی الماء عطشا ن ولکن ليس يسقى

(باد کے اندر بیساکھ مزا ہوں لیکن کوئی پلاتے والا نہیں ہے)

حاضرین یہ شعر کر پڑکر لٹھے، اور وجد کرنے لگے، جب پر سکون ہوئے تو ابوالقاسم ابن مروان نے ان سے دریافت کیا کہ وہ اس شعر میں کیا مطلب سمجھے ہیں، لوگوں نے جواب دیا کہ علش یعنی پاس سے سوا احوال شرفہ کی تھی ہے، اور بیان کی موجودگی میں پاس نہ سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ احوال شرفہ ختم کرنے کے تمام اسہاب موجود ہیں لیکن قسٹ میں محرومی لکھی ہے اس جواب سے انھیں تسلی نہیں ہوئی، لوگوں نے اسی رائے دریافت کی، فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک احوال کے وسط میں ہے اسے کرامات عطا کر دی گئی ہیں، لیکن ابھی اصل حقیقت سے محروم ہے، اس کا جواب حاصل یہ تلاکہ حقیقت، احوال اور کرامات سے الگ ایک چیز ہے، احوال اور کرامات حقیقت کے مبادی اور سوابق ہیں، کرامات سے حقیقت تک رسائی نہیں ہوتی، لہذا ہر دونوں سختی صحیح معلوم ہوتے۔ حاضرین مغلظل کے بھی اور ابوالقاسم ابن مروان کے بھی، فرق اگر ہے تو صرف اس قدر کہ حاضرین نے احوال شرفہ کی محرومی کو علش (پیاس) بتلایا، اور ابوالقاسم نے احوال و کرامات سے اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچنے کو تشدیل رہنے سے تپیر کیا۔

حضرت شیلی اس شعر پر بہت زیادہ وجد کیا کرتے تھے

و دادکم هجر و حبکم قلی و وصلکم صوم و سلم کم حرب

(تمہاری دوستی ترک تعلق ہے، تمہاری محبت عداوت ہے، تمہارا اوصال فراق ہے، تمہاری صلح مجھ

(ہے)

اس شعر کے کئی سختی ہیں، حق بھی اور باطل بھی، ظاہر تریہ ہے کہ اس شعر کو تخلق بلکہ دنیا اور ماسوی اللہ کے ہاں میں سمجھا جائے، اس لئے کہ شعر میں مذکور اوصاف دنیا ہی کے ہیں، دنیا و غاہا زہی، فریب کارہے اپنے دوستوں کی قاتل ہے، ظاہر میں ان کی دوست ہے، اور باطن میں الگ دشمن ہے، جو مکان دنیا وی دوست سے لبرز ہوتا ہے، آخر کار وہ آنسووں سے بھر جاتا ہے جیسا

کہ حدیث میں وارد ہے۔ (القاظ یہ ہے: "ما مبتلاات دار منها حبرة الا مبتلاات عبرة" ابن البارک بدایت محمد بن مار من صحیح ابن کثیر مرساً) نبی مسیح نے دنیا کا نقش ان الفاظ میں سمجھا ہے

وَلَا تُخْطِبْنَ قَنَالَةَ مِنْ نَاسٍ
وَمَكْرُوهَهَا اَخْتَامَلَتْ رَاجِعَ
وَعَنْدِي لَهَا وَصْفٌ لِعُمرِي صَالِحٌ
شَهِي اَذَا اَسْتَذَدَ لِلَّهِ فَهُوَ جَامِعٌ
وَشَخْصٌ جَمِيلٌ يُوْنَرُ النَّاسَ حَسْنَهُ
وَلَكِنْ اَسْرَارُ سُوءِ قَبَائِحِ

(ترجمہ نبی مسیح سے دور رہو، اس سے تعلق نہ قائم کرو، بیویوی اپنے شوہر کی قاتل ہوا سے شاری کا پیغام نہ دو، اس کے اندھوں کے مقابلے میں اس کی امیدیں کم ہیں، اگر غور کرو تو اس کی میسیجیں زیادہ ہیں، دنیا کے بہت کچھ اوصاف بیان کئے گئے ہیں، لیکن میرے نزدیک اس کا ایک وصف زیادہ کامل اور واضح ہے کہ دنیا ایک ایسی شراب ہے جس کی تجمیٹ ملک زہر ہے، ایک خوش رنگ اسواری ہے لیکن اگر تم اس پر چڑھو تو وہ سرخی بن جاتی ہے، یہ ایک حسین و جیل شخص کی طرح ہے کہ جس کا حصہ لوگوں کو متاثر کرتا ہے لیکن اس کا باطن گندگیوں اور برائیوں کا طبع ہے)

ذکرہ بالا شعر کو اپنے قصہ پر مطبق کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے سلطے میں قس کا وہی حال ہے جو اہل دنیا کے حق میں دنیا کا ہے، مثلاً یہ کہ اس کی معرفت جالت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
وَمَا قَدْرُوْ اللَّهُ حَقُّ قَدْرِهِ (پے رکے آیت ۹)

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جسمی قدر پہچانی واجب حقیقی ایسی قدر دیکھائی۔

اسکی اطاعت رہا ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح نہیں ذرتا، جس طرح ذرنا ہاتھے، اس کی محبت سخت مدد نہیں ہے بلکہ یہاڑوں ناقص ہے، کیوں کہ وہ اس کی محبت کی غاطر اپنی خواہشات ترک نہیں کرتا، جس شخص کی قیست میں خیر کو کھو دیا ہے اسے اس کے قص کے محبوب سے واقف کر دیا جاتا ہے، اور وہ اس طرح کے اشعار کا صدق اپنے قص کو سمجھتا ہے، اگرچہ وہ حقیقت میں ان محبوب سے پاک ہو، اور زموغاً لیکن میں اس کا شمار نہ ہوتا ہو۔ میں وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل اخلاق ہونے کے پار جو دنیاء حق کے سلطے میں اپنے قصور اور بجز کا اعتراف فرمایا۔

لَا حُصْنَى شَاهَ عَلِيٌّ كَلَتْ كَمَا التَّنْبِيتَ عَلَى نَفْسِكَ (ملی)
مِنْ تَبَرِّي شَاهَ كَا احْاطَتْ نَسِينَ كَرَسَكَا، تَوَايَسَهَ جِيسَا كَهَ تَوَنَّ خُودَ اپَنَى شَاهَ كَهَ

ایک حدیث میں ہے :-

أَنِّي لَا سْتَغْفِرُ التَّعْفِي إِلَيْهِ يَوْمَ الْآيَةِ سَبْعِينَ مَرَّةً
مِنْ رَاتِ دِنِي مِنْ سَرِيرِ حَقِّ تَعَالَى سَعْيَتْ كَيْ رَعَا كَرَّاتِهِ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ استغفار ان احوال و درجات کے لئے تھا جو ما بعد کے احوال و درجات کے اقشار سے بیدن نظر آتے تھے، اگرچہ وہ ماقبل کے اقشار سے میں قرب تھے، لیکن کوئی قرب ایسا نہیں ہے کہ اسے قربت کی انتہا کا جائے، ہر قربت اپنے ما بعد کے اقشار سے نقلہ آنمار ہے، راہ سلوک لا محمد اور فیر تھا ہے اور قرب کے انتہا درجے تک پہنچا حال ہے۔

تیرے سقی یہ ہیں کہ اس شعر سے ذات حق مرادی اور تھاوا و قدر سے ملکوہ کرے کہ اسکے احوال بھی اچھے ہوتے ہیں اور کبھی خراب ہو جاتے ہیں، بعض احوال اپنے آغاز کے اعتبار سے خوش کن ہوتے ہیں لیکن ان کا انعام اچھا نہیں ہوتا، ہر حال میں ایک مخالفت ہے، فربہ ہے، جیسا کہ تم پڑے یا ان کرچے ہیں کہ کسی شعر کے ایسے سقی مراد ہیں جس سے یاری تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس پر حرف آئے ایمان کے منانی اور موجب کفر ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشعار کا فہم سننے والے کے علم اور صفاتے نقاب پر موقوف ہے۔

چوتھی حالت : فاعن النفس : پوچھی حالت یہ ہے کہ سایع احوال و مقالات طے کرتا ہوا اس درجے پر کفی جائے جہاں صرف اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے، وہ اللہ کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اپنے نفس، اور احوال و محالات سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے، اور اساد ہوش ہو جاتا ہے گواہ، حرشود میں مستحق ہے، اس کا عالی ان عورتوں کے مثابہ ہے جنہوں نے حضرت یوسف طیب السلام کے جہاں کی تاب نہ لا کر عالم بے خودی میں اپنی الکلیاں کاٹ لیں تھیں، اور وہ تھوڑی دری کے لئے تکلیف کے ہر احساس سے عاری ہو گئیں تھیں، صوفیا اس حالت کو فاعن النفس کہتے ہیں، اور جب آری اپنے نفس سے فنا ہو جاتا ہے تو اسے غیر نفس کی کیا خبر رہتی ہے، وہ تو واحد شود کے علاوہ ہر چیز سے فنا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ مشاہدے سے بھی فنا ہو جاتا ہے، یعنی یہ احساس بھی ختم ہو جاتا ہے کہ وہ مشاہدہ کر رہا ہے، اسلئے کہ اگر دل میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ مشاہدہ کر رہا ہے تو شود سے غافل ضرور ہو گا اور اس درجے پر فائز لوگوں کو یہ غفلت بھی گوارا نہیں ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی عاشق اپنی محیوب و پسندیدہ چیز دیکھنے میں اس قدر محظوظ ہو جائے کہ نہ اسے اپنے قتل مشاہدے کا احساس رہے، نہ آنکھ کی طرف توجہ رہے، جس سے دیکھنے کا عمل جاری ہے، نہ دل کی طرف الفاظ رہے، بلکہ تمام توجہ اس چیز کی طرف ہوتی ہے، جس سے نہ قائم ہے اور لذت حاصل ہو رہی ہے، اور نہ متنفذ کو اپنی لذت سے سروکار رہتا ہے، کسی چیز کا جانتا اور جیز ہے اور اس چیز کے جانے کا علم ہونا اور جیز ہے، ایک شخص کسی چیز کا جانے والا ہے، اب اگر اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ ملکاں چیز کا جانے والا ہے تو اس چیز سے اعراض ضور پایا جائے گا، خواہ تھوڑی بھی دری کے لئے سی۔ بہر حال فاعن النفس کی حالت بھی حقوق کے حق میں طاری ہوتی ہے، اور بھی خالق کے حق میں، لیکن عموماً یہ حالت بے حد مختصر محلی کی چیز کے ماتیند بہت ہی تھوڑی دری کے لئے طاری ہوتی ہے، اس حالت کو ثابت و دوام نہیں، اگر ایسا ہو جائے تو بشری قوت اس کا تخلی نہ کرے، بعض اوقات اس حالت کا ٹھل جان لیوا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ ابو الحسن نوری کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سماں کی ایک مجلس میں یہ شعر نہ۔

مازلت لنزل من وداد کمعنزا تتحیر الالباب عن دنزو له

(یہ تیری محبت میں بیشہ اس منزل پر اترتا ہوں کہ جہاں اترتے وقت علیمیں جیز ان رہ جاتی ہیں)

سنتے ہی اٹھے، اور وجد کے عالم میں ایک طرف مل دئے، اتفاقاً ایک ایسے کھیع کی طرف انکارخ ہو گیا جہاں سے یاں کائے گئے تھے، اور جنوز ان کی جزیں باقی تھیں، وہ اس کمیت میں رات گئے تک دوڑتے پھرتے رہے، زیان پر کسی شعر جاری تھا، پاؤں میں دھم ہو گئے، خون جاری ہو گیا، اور پاؤں پہنچلوں تک درم کر گئے، پھر ان رخموں کی تاب نہ لا کر جل ہے، فرم اور وجد کا یہ درجہ صدقیتیں کا درجہ ہے، اور بلاشبہ تمام درجات میں اعلیٰ و ممتاز ہے، کیوں کہ کمال یکی ہے کہ آری اپنے آپ کو بالائی طور پر فرا کر دے، نہ اسے اپنے نفس کی طرف الفاظ رہے، نہ اپنے احوال کی طرف توجہ رہے، جس طرح زماصر اپنے نفس سے بے پرواہ کو کر کر الکلیاں کاٹ میں تھیں، فاعن النفس ہو جانے والے لوگ اللہ "بادش" فی اللہ اور من اللہ سنتے ہیں، اور یہ مرتبہ ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اعمال و احوال کا ساحل غبور کر کے، حرفیت میں غوطہ زدن ہو جائیں اور صفات توحید سے ہم آنکھ ہو جائیں، خودی کی کوئی علامت ان میں باقی نہ رہے، ان کی بشریت بالغہ طور پر ختم ہو جائے، اور بشری صفات کی طرف اولیٰ درجہ کا الفاظ بھی

باقی نہ رہے۔

فتاویٰ حل مقصود ہے : نہ سے ہماری مراد جسم کا نہ ہونا نہیں ہے، بلکہ قلب کا نہ ہونا ہے، اور قلب سے گوشت اور خون کا دلوں بھردا مراد نہیں ہے جو سینے میں دھڑکتا ہے، بلکہ وہ ایک تر لطیف ہے، جس کی ظاہری قلب سے حلقی نسبت اور علاقہ ہے، تر لطیف کا ادارک نہیں کر سکتا، اس تر کا ایک وجود ہے، اور اس وجود کی صورت وہ ہے جو اس میں موجود ہے اگر اس میں فیر چیز موجود ہوگی تو کسی کماجائے گا کہ اس فیر کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے چمکدار آئینہ، آئینے میں فی الحقیقت کوئی رنگ موجود نہیں ہوتا، بلکہ جو چیز اسیں ہوتی ہے اسی کارنگ جعل ہے، میں حال شیش کی بوٹل کا ہے کہ اس کے اندر جو چیز ہوتی ہے اسی کارنگ باہر سے نظر آتا ہے تر لطیف کے اندر بھی آئینے کی طرح تمام رنگوں کو تخلی کرنے کی صلاحیت موجود ہے، اس حقیقت کی کتنی خوبصورت تجھیں ان دو شعروں میں کی گئی ہے۔

رق الزجاج و دقت الخمر فتشا بها كل الامر
فكا نما خمر ولا قدح وكائنا قدح ولا خمر

(ترجمہ۔ شیش سے اور سے دنوں ہی رقی ہیں، دنوں ایک دسرے کے اس حد تک مشابہ ہیں کہ

پھر ان دشوار ہے ایسا لگتا ہے کہا ہے ہے جام نہیں ہے یا جام ہے ہے نہیں ہے)

یہ مقام علوم مکاشفہ سے تعلق رکھتا ہے بعض لوگوں نے اسی بنیاد پر ذات حق میں طبول اور اتحادی کا دعویٰ کیا، اور آنَا انْحَقُّ کا نہو بیکد کیا، فصاری کے اس دعویٰ کی بنیاد بھی یہی مقام ہے کہ لاہوت اور ذات ایک ہیں، یا اول دوسرے کا لباس ہے، یا اول دوسرے میں طبول کر لیا گیا ہے، یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص آئینے کے اندر سرفی دیکھ کر یہ دعویٰ کرے کہ آئینہ کارنگ سرخ ہے، حالانکہ اس کا یہ خیال فلسفہ ہے، آئینہ سرخ نہیں ہے بلکہ وہ چیز سرخ ہے جس میں اس کا عکس جھلک رہا ہے، ہم اس موضوع پر مزید مفہوم کرتے، اگر اس کا تعلق علم معاملہ سے ہوتا، اسلئے اب ہم اصل مقصود کی طرف رہوں گے۔

دوسرامقام وجد : یہ مقام فہم اور مفہوم کو اپنے نفس اور حالات پر منتبط کرنے کے بعد آتا ہے، وجد کیا یہ؟ اس سلطے میں صوفیائے کرام اور حکماء کے بہت سے اقوال ہیں، اولاً ہم ان کے اقوال تقلیل کرتے ہیں، بھروسہ اس کی کوئی ایسی جامیں تعریف کریں گے جو ان تمام اقوال کا نصوحہ اور عطر ہوگی۔

وحد کی تعریف : دوالوں میں فرماتے ہیں کہ سایع حق کا وارد ہے، اس لئے آتا ہے کہ قلوب کا رخ حق کی طرف موڑے، جو شخص اسے حق کی خاطر سنتا ہے وہ محقق ہے، اور جو نفس کی خاطر سنتا ہے وہ زندیق ہے، گواہ کے نزدیک وجد یہ ہے کہ قلب حق کی طرف مائل ہو، یعنی جب سایع کا وارد آئے حق موجود پائے، ابو الحسن دراج فرماتے ہیں کہ وجد اس حالت کا نام ہے جو سایع کے وقت پائی جائے، بھروسہ حالت کی تشریح ان الفاظ میں کی کہ سایع رونق کے میداںوں میں لے جاتا ہے، مجھ پر وجد کی کیفیت طاری کرتا ہے، مجھے جام صفائی سے ثراب الفت پلاتا ہے۔ میں اس سے رضا کے مراث حاصل کرتا ہوں اور کشادہ و سمع باغوں اور پرپنغا واریوں کی سیر کرتا ہوں، شلیکتے ہیں کہ سایع کا ظاہر فتنہ ہے، اور بالمن بہرہ ہے، جو شخص اشارہ بخشے پر قادر ہے اسکے لئے غیرت کا کلام سن جائز ہے اگر ایسا نہیں تو وہ فتنہ کا خواستگار اور مصیبت کا طلب کار ہے، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ سایع اہل معرفت کے لئے روحانی غذا ہے، اسلئے کہ یہ وقق ترین عمل ہے، اور رفت طبع، اور صفائی قلب ہی سے اس کا اور اسکا ہوتا ہے، عمرو ابن عثمان مکی کہتے ہیں کہ وجد کی کیفیت الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی، اس لئے کہ یہ رازِ الہی ہے جو اہل بیانِ موسیٰ کے قلوب میں عبادت کے وقت القاء ہوتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ وجد حق کی طرف سے حاصل ہونے والے مکافات کا نام ہے، ابو سعید ابن اعرابی کہتے ہیں کہ وجد نام ہے جاپ، دید اور دوست، حضور فہم، مشاہدہ، غیب، حدیث سر، اور فتاویٰ ذات کا۔ ان ہی کا قول ہے کہ وجد خصوصیت کا

اوپنی درجہ ہے، یہ ایمان بالغیب کا داعی ہے، چنانچہ جب وہ (صوفیاء) وجہ کا مزدوج ہجھتے ہیں اور ان کے دلوں پر اس کا نور چلتا ہے تو ٹھوک و شہمات کے اذیمرے بحث جاتے ہیں، اور تین و ازان کا اجلال کچل جاتا ہے ملکس کے آثار، اور علاقت و اسہاب سے وابستگی وجہ کے لئے منافع ہے۔ جب اسہاب منتظر ہو جاتے ہیں، علاقہ سے داخلی ختم ہو جاتی ہے، ذکر غالب ہوتا ہے، دل میں سوز و گداز اور رقت کے ساتھ ساتھ نیجت قول کرنے کی ملاحیت پیدا ہو جاتی ہے، مناجات کے قریب ترین مقام میں پہنچا نصیب ہو جاتا ہے، اور اصرے خطاب ہونے لگتا ہے، اور اصرے حضور قلب کے ساتھ سننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے، اسی کو وجہ کرنے میں کیوں کہ اس میں جو بات موجودہ تھی صاف ہے، ماضی ہو گئی ایک مرجب آپ نے ذکر کو اس احساس کا نام دیا جوان اوقات میں طاری ہوتا ہے جب ذکر یار ہو، اور اس سے دل میں حیرک پیدا ہو، یا کسی جیخ کا خوف ہے جنین کر جائے، یا کسی لغزش پر تنفسہ ہو، کوئی پُر لطف بات نے، کسی فائدے کی طرف اشارہ ہو، کسی غائب کا شوق ابرہے، گم شدہ پر السوس، اور ماضی پر ندامت ہو، یادیں کسی حال کی طرف مائل ہو جائے، یا سر قلبی سے سرگوشی میسر ہو، بعض لوگوں نے کما کہ وجہ ظاہر کو ظاہر کے، باطن کو باطن کے، شب کو شب کے، اور سر کو سر کے مقابل کرنے اور تقدیر میں لکھے ہوئے فائدے کو اپنی سی و کاوش کا ذریعہ مکندر کے بدالے میں پیدا کرنے کا نام ہے، یہ علم وجہ کا نام ہر ہے مصوفیاء سے اس باب میں بے شمار اقوال محتول ہیں، اب حکماء کی رائے سننے، بعض حکماء کہتے ہیں کہ قلب میں ایک فضیلت تھی ہے نطق کی قوت لغنوں کے ذریعے ظاہر کر سکی، اسے نفس نے لغنوں کے ذریعہ ظاہر کیا، اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس کو خوشی ہوئی، اور وہ طرب میں آیا، تم نفس سے سنو، اسی سے سرگوشی کرو، اور ظاہری مناجات ترک کرو، بعض لوگوں نے کما کہ صاف کے ثرات یہ ہیں کہ جو شخص رائے سے عاجز، اور فیض کی قوت سے محروم ہوا سے رائے کا شبور، اور فیض کی طاقت مل جائے، جو شخص فخر سے خالی ہوا سے فخر ماضی ہو جائے، گندز ہم زہن رسمان جائے، چھے ہوئے اعصاب کی حکمن زائل ہو جائے اور جست پیدا ہو جائے، میل دور ہو جائے، میل رائے اور نیت و ارادے میں جولانی پیدا ہو جائے درستی ہو خطا نہ ہو، میل ہو تاخیر نہ ہو، ایک حکیم کی رائے یہ ہے کہ جس طرح فکر علم کو معلوم کی راہ بتلاتا ہے اسی طرح صاف دل کو عالم روحاں کی راہ بتلاتا ہے، اسی حکیم سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ لغنوں کی لے، اور بیان کی تھاب پر اعضا میں طبعی حرکت پیدا ہوئی کے، جواب دیا کہ یہ مطلق عشق ہے، اور مطلق عشق اس بات کا محتاج نہیں کہ اپنے معشوق سے لغنوں میں محفوظ کرے، بلکہ وہ اس سے سبسم، چشم وابود کے اشارے سے، اور اعضا کی لطیف حرکات سے سرگوشی کرتا ہے، یہ سب چیزیں بھی بولتی ہیں، مگر ان کا تحلق عالم روحا نیت سے ہے، صرف مطلق ہی سے ان کا ادارک ہو سکتا ہے، عشق کا بیان جذبہ رکھنے والے لوگ اپنے ضعیف شوق اور جعلی عشق کے انہمار کے لئے لغنوں کا سارا لیتے ہیں، ایک حکیم کا قول ہے، کہ جو شخص رنجیدہ ہوا سے نفرہ سننا ہا ہے، اس لئے کہ نفس پر جب حزن طاری ہوتا ہے تو اس کی چک ماند پڑ جاتی ہے، اور جب خوش ہوتا ہے تو اسکی چک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ووجہ کے متعلق صوفیاء اور حکماء کے یہ چند اقوال بطور نمونہ پیش کے گئے ہیں، باقی اقوال بھی اسی سے مطلع ہتے ہیں، لیکن کیوں کہ ان سب کے نقل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اس لئے ہم ذکر اقوال پر اتفاق کرتے ہیں، اور امر حقیق پیش کرتے ہیں۔

ووجہ کی حقیقی تعریف: ووجہ اس حالت کا نام ہے جو صاف کے شمویں ظاہر ہوتی ہے، یہ ایک وارد حق ہے جو صاف کے بعد سخنے والا اپنے دل میں پاتا ہے، تھہراں حالت کی روشنیں ہیں، ایک یہ کہ اس کا انجام مشکلہات و مکاشفات پر ہو جو علوم و تنبیہات کے قبیل سے ہیں، یادہ تغیرات و احوال پر ختنی ہو جیسے شوق، حزن، قلق، خوشی، السوس، ندامت اور سط و قبض و غیرہ، یہ احوال از قبیل طوم نہیں ہیں، بلکہ یہ مختلف کیفیات ہیں، ہور لاؤ فو لاؤ انسانی جو اسچ پر طاری ہوتی ہیں، صاف سے ان احوال پر جوش اور قدرت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ اگر صاف اتنا ضعیف ہو کہ نہ اس سے ظاہر ہونا میں حرکت پیدا ہو، نہ وہ سکون کا باعث بنے، نہ سخنے والے کی حالت میں تغیر پیدا کرے کہ غلاف مادت حرکت کرنے لگے، یا سر حکما لے، یا آنکھیں بند کر لے، یا چپ رہ جائے تو اسے ووجہ نہیں

کہیں گے، ہاں اگر ظاہر دن پر صالح کے اڑات ظاہر ہوں تو سے وجد کما جائے گا خواہ وہ اڑات توی ہوں یا ضعیف، پھر ان اڑات کی تحریک اسی قدر قوت سے ہوگی جس قدر قوت سے وہ حالت پیدا ہوگی ہے وجد کرنے ہیں بعض اوقات باطن میں رجد بروپا ہوتا ہے لیکن واحد کی قوت اور جوارج و اعضا پر اس کی قدرت سے ظاہر میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ظاہر پر تغیر نہ ہوئے کی وجہ صاحب وجود کی قوت ہو، بعض اوقات وار و ضعیف ہوتا ہے اور تحریک اور عقده بند کوئی نہ سے قاصر ہوتا ہے ابوج سید ابن اعرابی نے وجد کی تغیر میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صالح میں مشابہ دوست حضور فہم اور ملاحظہ غیر ہوتا ہے چنانچہ یہ ثابت کچھ غیر نہیں کہ صالح کسی اپیے امر کے اکٹھاف کا باعث ہو جو پلے سے کثوف نہ ہو اس لئے کہ کشف جن اسہاب کی نیا پر حاصل ہوتا ہے وہ سب صالح میں پائے جاتے ہیں کشف کے اسہاب چار ہیں اول تنبیہ، اور صالح سے دل کو تنبیہ ہوتی ہے، دوم احوال کا تغیر، اور ان کا مشابہ، اور آنکہ ایک طرح کا علم ہی ہے، اس سے ان امور کی وضاحت ہوتی ہے جو وجد کی کیفیت وار ہونے سے پہلے معلوم میں تھے، سوم منانے قلب کی صالحی میں مؤثر ہے اور تصفیہ قلب سے کشف ہوتا ہے، چہارم تقویت قلب، صالح سے قلب میں شکل اور قوت پیدا ہوتی ہے، پہلے وہ جن امور کے محل سے قاصر صالح کے بعد وہ ان کا محل کرتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے اونٹ حدی سننے کے بعد دوڑنے لگتا ہے، اور طویل مائن کم وقت میں طے کرتا ہے، تیز اپنی کمر پر زیادہ سے زیادہ بوجحداد کر پلے میں کوئی پریشانی حصوں نہیں کرتا، مطرب اونٹ کا کام بوجو اغفار ہے اسی طرح قلب کا کام مکافات اور ملکوت کے اسرار کا مشابہ ہے، جو عام دلوں کے لئے یقیناً ایک ایسا بوجو ہے جو ان کی طاقت و قوت سے زیادہ ہے، بہر حال کشف کے اسہاب صالح کے فتنہ و شرارت ہیں، اس طرح صالح کو کشف کا سبب کہ کرنے ہیں، لیکن جب دل صاف ہوتا ہے تو بعض اوقات امر حق اسکے سامنے جسم ہو کر آ جاتا ہے، یا لغنوں اور مخنوں عبارتوں میں پوشیدہ ہو کر اس کے کانوں پر دستک رتتا ہے، اگر یہ دستک بیداری کی حالت میں ہو تو اس ہائف کرنے ہیں، اور سونے کی حالت میں ہو تو خواب کرنے ہیں، یہ خواب اور ہائف نیوت کا چھپا لیسوں حصہ ہونے کی حیثیت سے حق ہیں۔

ہائف غبی کے چند واقعات : اگرچہ ہائف غبی کے حق ہونے کا مومن عالم محاکمہ سے خارج، لیکن ہم ذیل میں ایک دو واقعے اس مسئلے میں پیش کریں گے، آنکہ یہ ثابت ہو جائے کہ علاء کے ساتھ اس طرح کے حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ محمد بن سوق بخداوی کہتے ہیں کہ جن دنوں میں جمالت کے اندر میں غرق تھا ایک رات شراب کی متی میں یہ شرمناہ ہوا اس کیں ناپ رہا تھا۔

بطور سیناء کرم مامر رتبہ الاتعجیت معنی بشرب الماء
(بطور سیناء میں واقع انگوہوں (کے باغوں) سے جب میں نکرنا ہوں تو مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو پانی پیتے ہیں)

انہی میں نہ جانے کتنی دیر تک ادھرا مرا دل فل بکا پھر تاکہ ایک آواز نے میری آنکھیں کھل دیں کوئی مخفی یہ شرمندہ رہا

وفي جهننم ماء ما تجرعه خلق فابقى له فى الحوف امعاه
(ترجمہ اور حتم میں ایسا پانی ہے کہ جو لوگ اسے نہیں گے اگر آنسی میں جائیں گی)

یہ شعر سن کر مجھے اپنی حالت پر بینی نہ امت ہوئی، اور میں نے بارگاہِ الہی میں توبہ کی، یہ شرمندی زندگی میں بڑے اختلاط کا داعی ہے، بعد میں نے آورہ گردی اور شراب نوشی سے تائب ہو کر علم و عرقان کے چشوں سے اپنی فکی بجانے کا کام شروع کیا، مسلم عبادتی کرنے ہیں کہ ہمارے شہر میں ایک مرجب صالح مری، عتبہ غلام، عبد الواحد ابن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساصل دریا پر فروٹیں ہوئے، ایک رات میں نے ان حضرات کی رحموت کی، اور ان کے لئے کھانا تیار کر دیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے

اور دستر خوان پر کھانا چن رکایا تو نہ جائے کون شخص یہ شعر بڑھتا ہو اگر دیکا۔

ونلہیک عن دار الحلو دعظام ولذة نفس غیہا غیر نافع
(یہ کھانے مجھے آخرت کی باد سے غافل کر دیتے ہیں (دارکم) عس کی لذت مجھے کوئی فائدہ نہیں دے سکی)

ہم سب نے یہ شعرنا اور رونے لگئے، عجہ غلام تھی مار کر بے ہوش ہو گئے، کھانا دستر خوان پر رکھا رہا، کسی نے ایک لفہ بھی نہیں اٹھایا۔

قب کی صفائی کے نتیجے میں جس طرح تمہی اشارے ہمیں ملتے ہیں، اور کان سے ہاتھ نہیں نالی دلتی ہے، اسی طرح آنکھ سے حضرت خنزیر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوتی ہے، خضرطیہ السلام ارباب قبور کے سامنے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں، انہیاء علیم السلام کے سامنے اپنی حقیقی صورت یا حقیقی صورت سے مثلاً بھل میں فرشتوں کی آدم و ظہور بھی اسی حالت میں ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل طیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل صورت میں دیکھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنی اصلی بھل میں ظہور کے وقت اتفاق کو بدینکرونا (بخاری و مسلم - عائشہ) اس آیت کرہ میں بھی بھی ایسی صورت مراد ہے۔

عَلَمَ مُحَمَّدًا الْقُوَى حُؤمَرَةٌ فَاسْتَوَى وَهُوَ بِالْأَفْقَى الْأَعْلَى (پ ۷۶۵ آیت ۵۷۵)
اگر کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے، یہ ائمہ طاقتور ہے، پھر وہ فرشتہ (اپنی اصلی صورت پر نہ ہو اور ہوا ایسی حالت میں کرو (آسمان کے) بھل کنارے پر رہا۔

اسی طرح کے حالات میں آدمی دلوں کا حال جان لیتا ہے، اصطلاح میں اسے تفریخ کہتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اتقو افراة المومن فانه ينظر بنور الله (تفہی - ابو سعید الخدروی)
مومن کی فرات سے ڈر داں لئے کرو وہ اللہ کے نور سے رکھتا ہے۔

فراست مومن : بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بھروسی مسلمانوں کے پاس جاتا ہے، اور ان سے اس حدیث کا حوالہ دے کر پوچھتا ہے کہ آخر فرات مومن کیا چیز ہے؟ لوگ حدیث کا مطلب بیان کر دیتے مگر کسی جواب سے اس کی تفصیل نہ ہوتی، آخرین دو کسی مومن کے پاس پہنچا، اور ان سے اپنے سوال کا جواب چاہا، انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پیش پر کپڑوں کے یعنی جوز زبار بندہ رہا ہے اسے کھول دو اور مسلمان ہو جاؤ، بھوی لے کماد اپنی آپ بھی فرماتے ہیں، حدیث کا کسی مطلب ہے، اب میں نے جانا کہ آپ مومن کامل ہیں، اور آپ کا ایمان حق ہے، (وہ بزرگ اپنی مومنانہ فرات سے بھوکھے تھے کہ سائل اسلام کی صداقت پر یقین رکھتا ہے لیکن اسلام کے نام لفظوں کی آزادی کی خاطر اس طرح کے سوالات کرتا پھر رہا ہے) اس سوال د جواب کے بعد بھوی لے تھوڑی ہی دریہ کزری تھی کہ ایک خوب صورت نوجوان جس کے لباس سے بترن خوشبو آرہی تھی مسجد میں داخل ہیں پیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دریہ کزری تھی کہ ایک خوب صورت نوجوان جس کے لباس سے بترن خوشبو آرہی تھی مسجد میں داخل ہوائیں لے اپنے رفقاء سے کما کر میرے خیال سے یہ نوجوان یہودی ہے، مسلمان نہیں ہے، ان لوگوں نے میری بات تاکواری سے سنی اور ایک مسلمان کو یہودی کہہ دیئے پر برا منایا، میں اٹھ کر باہر چلا کیا، وہ شخص بھی باہر نکل گیا، تھوڑی دریہ بعد وہ نوجوان والپس ہوا، اور میرے رفقاء سے دریافت کرنے لگا کہ یہ بڑے میاں میرے تھلکی کیا کہ رہے تھے؟ پہلے تو لوگوں نے بھی بات تلالنے سے مگر بڑی کیا، لیکن جب اس نوجوان کا اصرار پڑھا تو انہوں نے تلاڑا کر دیا، بڑے میاں تھیں یہودی کہہ رہے تھے، خواص کہتے ہیں کہ وہ نوجوان میرے پاس آیا، اسلام کیا، اور میرے سر کو بوس دے کر کئے لگا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ صدقیق کی فرات خطا

سین کرنی میں نے ارادہ کیا کہ اس قول کی صفات کا احتجان کریں، مسلمانوں کے پاس بچنا، اگرچہ مالات پر نظر دلتے کے بعد میں اس تجھے پر بچا کر مسلمانوں کے صدیقین دریوشوں اور قیروں کے بچتے ہوئے ہوئے گئے، میں سچ کریں آج آپ تو کوں کے پاس آیا تھا، آپ نے میراں رہب ہٹلا کر میرے ارادے کی تخلیل کر دی، اور ساتھ ہی ہمارے زمینی صحنوں کے اس قول کی صدقیت بھی ہو گئی کہ صدقیت کی فراست خلاصیں کرتی خواص تھے ہیں کہ لوگوں ان اس واسطے سے اس قدر متاثر ہو اکارہ اسلام میں داخل ہو گیا، اور اس قدر مہابت و ریاست کی کہ ایک دن یہاں صوفی کملانا۔

اس طرح کے کشف کی تائید ڈبلیو کی حدیث شرحت سے بھی ہوتی ہے فرمایا تھا

لولان الشياطين يوحون على قلوب عباد لدم نظر والى ملکوت السعاد

ردِ ابانت کتاب الصوم میں گزندی گلی (۷)

اگر شیاطین میں کوئی دلوں کے ادگردہ گھوسمیں آہان گھوٹ کا مشابہہ کر لیا کرتے

شیاطین میں کوئی دلوں پر اس وقت گھوسمیں ہیں جب وہ ذمہ مفتات اور حجیع عادات سے پر ہوں اپنے ہی ول شیطان کی چڑاگاہیں بھال دے آزادی کے ساتھ گھوست پھرتے ہیں، ول شیطانی چڑاگاہیں میں بنتے جو مفتات ذمہ مفتات کی آلاتیں اور کدورتوں سے پاک و صاف ہوں، ترکن پاک کی ان گیات میں وہی لوگ مارلو ہیں جو شیطان کے بھٹے میں نہیں آتے اور اس کی دست بندے سے گھوٹوار ہتھیں ہیں، فرمایا تھا

إِلَّا عِيَادٌ كُعْنَيْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (ب ۲۳ ر ۱۲ آہت ۸۳)

بیکان بندل لے جوان میں خوب کئے گئے ہیں۔

إِنْ عِيَادَتِ لَنِيَّسْ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (ب ۵۰ ر ۱۷ آہت ۷۵)

میرے خاص بندل پر خیر از را قابو نہ پہلے گا۔

ذو النون مصری کا واقعہ : اس حقیقت پر کہ ماں قصیر قلب کا ذریعہ ہے یہ ردِ ابانت بھی دلالت کریں ہے کہ جب حضرت ذو النون مصری بقدر اخیرت لے گئے تو مکہ مولیٰ ان کے پاس ماضی ہوئے ان کے ساتھ ایک قول بھی تھا، آئنے والوں نے عرض کیا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو یہ قول کو سنائے آپ نے اجازت دی، اس لئے یہ اشعار تھے۔

صغریں ہواں علینی فیکف بہ لذا احتنکا

وانت جمعت فی قلبی هوی قد کان مشتر کا

لما ترثی لمکتب لذا افسحک الخلی بکی

(تمی بھولی سی بہت لئے چلائے ڈاپ کرو، اس وقت کیا ہوا گا جب یہ بہت بھی (ازواج) ہو جائے گی اتنے اس بہت کو تھامیرے ول میں تھی کہدا ہے ہو ہم دلوں میں شکر تھی ایسا چھپ رہم نہیں آتا ہو رہا ہے جس وقت فرم دیگرے آزاد غص نہ تھا ہے)

ذو النون مصری یہ اشعار من کر کر بڑے ہو گئے اور خلافت تاثر سے اپنے آپ پر گاہنہ رکھ کر سے "آپ کے بعد ایک اور غص کرواؤ اگر وہ بد کر لے، آپ نے اس سے فرمایا تھا

الذی فی الرُّكْنِ جَنِینَ تَقُومُ (ب ۲۸ ر ۱۶ آہت ۷۸)

جو آپ کو کہا ہے جس وقت کہ آپ (ہزار کے لئے) کمرے ہوئے ہیں۔

یہ آہت آپ نے اس لئے پڑھی کہ آپ اپنی مومنانہ فرست سے بہت بھوکے تھے کہ وہ بتلت و بد کر رہا ہے چنانچہ، غص یہ آہت من کر بیند کیا، اگر اس کا قلام اور وہد فیرا قیاری ہو تو وہ ہرگز نہ بختا یہ آہت پڑھ کر آپ نے اسے آگاہ کر لیا کہ اگر تم غیر اللہ کے لئے انہوں کے تو یہ تمارا مری ہو گا، ہوشی و دفت حصیں دیکھ رہا ہے۔

وجد کی دو نتیجیں : اس تفصیل سے ٹاہپ ہوتا ہے کہ وجہ مالات کا نام ہے یا مکاشت کا، مگر ان دلوں کی دو نتیجیں ہیں، ایک یہ کہ اتفاق کے بعد وہ مالات اور مکاشت بیان کئے جائیں اور دوسرے یہ کہ ان کا بیان کرنا لکن نہ، یہ بات ہلاہر بیک ہے کہ انسان پر ایک مالات و اتفاق ہو یا اسے کسی حق کا علم ماضیل ہوا ہو اور وہ اسے بیان نہ کر سکے، لیکن فی الحیث بہت سب سعدیا حرمت اگری نہیں ہے، نام مالات میں اس کی نکھرس ملی ہیں، اور کسی

دو شواری کے بغیر ان کا مشتبہ کیا جاسکتا ہے "خلا عالم کو مجھے اکڑا بیا ہوتا ہے کہ کسی تجہی کے مانندے دستے ایک حد سے سے مل پہنچتے ہیں کے جائیں تیر کا لوق کہتا ہے کہ ان دونوں مکاریں میں فرق موجود ہے تھن وہ فرق کیا ہے؟ اگر اس سے کوئی پوچھتے تو وہ اس کا طبیعتان ملک جواب میں دے پاتا ہوا کتنا یہ صحیح اللسان کیوں نہ ہو، ان دونوں کے درمیان فرق ہے، وہ فرق سے اس کا درد آکر کردا ہے، فیروز بھی جانتا ہے کہ قلب میں اس فرق کا احساس پا لو جو پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا ایک سبب ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کی حیثیت ہے تھن وہ اس فرق کی تبریز ماجز ہے، اسلئے نہیں کہ اسے بولنا نہیں آتیا اس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ نہیں ہے، بلکہ اس نے کہہ لیا کہ "فرق ہی انتقام ہی" کہ عبارت اس کی وقت کا فعل نہیں کہ رکھتی چنانچہ جو لوگ "مشکلات" کی بحث کرتے رہتے ہیں وہ اس تجہی کے سے خوب و اتفق ہیں اب مالت کو مجھے بیا اور ہاتھ اسکو اپنے حل میں بیٹھ بیا بلطف کی بحیث محسوس کرتا ہے، تھن اسے یہ معلوم نہیں ہوا، اسکے بحیث کیے پیدا ہوئی بھی کوئی کسی جیسی تحریر کرتا ہے اور وہ اس کے طبل پر اڑا کر اڑھتی ہے، بعد میں اڑھاتی رہ جاتا ہے اور حاضر اڑھ کے سبب یعنی فرق کو بھل جاتا ہے، یہ مالت حسن میں بھی ہوتی ہے، اور سورہ میں بھی بعض بوقات یہ مالت اتنی بحیث و غریب ہوتی ہے کہ سورہ اور حزن کے افلاط اس مالت کی صحیح تبریز سے آمر تفریقات ہیں نہ اسے حزن کر سکتے ہیں نہ سورہ اور د کوئی ایسا لفظ ہے جو اس مالت کا صحیح انتصار کر سکے، لفظ کے بمعنے سے احوال کو کیا جائیں گے؟ اس کے بمعنے کہ اصل ہے کہ اصلیں کیا جائیں گا، سورہ حزن جسیں مشور یعنی شیش تو مالح سے پیدا ہوتی ہیں جو بہر حال معلوم ہے اور ان سے یہ یعنی شیش پیدا ہوں تو کچھ تجہی نہیں ہے، تھن جنکہ دریاب و غدوہ بے غیر مسلم ہونے کے پھر جو دلوں میں بحیث و غریب بحیث پیدا کرتے ہیں، افلاط میں اس کی بحیث کی بحیث میں ہوا جائیں گا، اس کی بحیث کو شوق کا نام دیتا ہے، تھن و اقتداء کی بحیث شوق کملائی جائیں گے، جس میں ملکان کو ملکان کو ملکان، الیہ (جس کا شوق ہو) کا طبع نہ ہو، یہ بحیث و غریب شوق ہے کہ ملکان کا دل نہ ہے اور پاچے سن کر مخترب ہے، تھن لہ رہ نہیں جانا کہ اس کے اشیاق کا مرکر کون ہے، مل میں کسی کی ہدایت کا تھا ضا ایسا ہے، تھن وہ کیا چیز ہے، تھن وہ کیا چیز ہے، تھن جانتا ہے سورت نام لوگوں کے ساتھ بھی ہے، اور ان لوگوں کے ساتھ بھی ہے، جن پر نہ اللہ کی بحث غالب ہوتی ہے گورنر انہوں کی۔

یہ مالت بحیث و غریب اسلئے ہے کہ اسے صحیح میں شوق میں کہ سچے شوق کے درد کیں ایں، اول ملکان کی صفت اس کا مطلب یہ ہے کہ ملکان کو اس چیز سے ایک گورن ملکہ ہو جس کی طرف اشیاق ہے، دوم ملکان کی صرف اور اس تجہی کے طریقہ کا مطلب اب اگر یہ دلوں رکن پائے جائیں تو معاملہ و اتفاق ہے، اور شوق کی بحیث میں معلوم ہے تھن اگر هر دل انہوں ملکوں میں موجود ہے اور ملکان کی صرف اس میں ہے، ملت ملودہ حرکت کرے گی؟ یہ اس شوق کی اگلی بڑی کی اس کا نتیجہ اس اضطراب کی صورت میں ظاہر نہیں ہوا گئے شوق کا اضطراب کرنے ہیں بلکہ دوست اور جریت کی صورت میں پیدا ہوئی "خلا ایک شخص شوہج فی سے تھاں کی زندگی گزار رہا ہے اس نے بھی ہور توں کی صورت تجہی نہ اسے یہ معلوم ہے کہ جعل کے نتیجے ہیں، تھن جب وہ محکم اس حل پر پہنچا ہے جسے بلوچ کہتے ہیں تو وہ اپنے جسم میں شوہج کی ہل میں رکھی ہے اور یہ نہیں جانا کہ وہ شوہج بخل کا اشیاق ہے، کیونکہ جعل کو جعل کا اشیاق کی بحیث میں شوہج کی ہل میں صفت ملودہ موجود ہے، یعنی اسے مل اٹلی، اور ان لذتوں سے ایک گورن ملکہ ملادھی ہے، جن کے ملکن یہ دعوہ کیا ہے کہ وہ مددۃ الشفی اور فردوس برس میں حاصل ہوں گی، لذات اس کی ملکان ہیں، تھن وہ ملکان کا صرف ہم ہیں کر سکتا ہے، یادہ اوساں جان کر سکتا ہے، وہ اس نے ہے وہ کوئی کی بحیثیت یا ان نہیں کر سکتا جس طبع وہ شخص لذت بخل کی بحیثیت یا ان نہیں کر سکتا جس نے گورن اور جعل کا نام ٹاہنے ہے، تھن وہ اس نے بھی کسی گورن تک ہل دیکھی ہے کسی گورن کے کھانہ خدا ہمیں صورت آئیتے میں دیکھی۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے، جن کے دل میں مالح سے شوق کو تحریک ہوتی ہے، تھن جعل، اور حب و خیال ایضاً کی وجہ سے ان کے نہیں اپنے رب کو جعل گئے ہیں اور انہیں وہ مستحب بھی یاد نہیں رہا جس کی طرف ان کا شوق اور ملکان میں ہے، اسلئے کوئی دل ایسا ہے اور کے خواہ ہوتے ہیں، جن سے دو اتفاق نہیں ہوتے پھر وہوش، تحریر اور مخترب ہو جاتے ہیں گورن طبع میں اکی صحیح تبریز نہیں کر سکتا۔

وَجَدَ اُرْتَوَاجِدَ : فہرست دوسرے دل میں جو کلمیت خدا بخوبی ہوتی ہے "یا احمداء ہے اس کا اثر فیر اقیاری طور پر خاہرو ہوتا ہے اسے دهد کہتے ہیں اور اگر وجد کرنے میں تکلف سے کام لیا جائے اور جان بوجہ کراہیہ امداد کو حکم دی جائے تو یہ تاہد ہے، تاہد میں ہے اور گھوڑ بھی، اگر کوئی فہری احوال شریف سے گھوڑ ہے اور اس خیال سے دهد کرنا ہے کہ لوگ اسے تھی بدا من نہ سمجھیں صاحب حمل بور صنی قصور کریں، یہ تاہد ناپسند ہے، تھن اگر وہ تاہد کو حلقی وجد اور احوال شریف کے کسب کا اڑیجنا ہا جانتا ہے تو یہ صورت ناپسند ہے، نہیں ہے اسلئے کہ احوال شریف کے حوصل میں کسب کو بیواد مغل ہے، چنانچہ سرکار و دوام مصلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی حکایات کرنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر حسین حکایات کے دربن رونا نہ آئے تو عین صورت نہایا کرو، اور بخت حزن کر لیا کرو، (یہ دو احمد کتاب کو اب طبود الفریکن میں گرجی ہے)، اس نے لئے کہ ان احوال کی ایجاد اور معا تکلف سے کام لیا جاتا ہے، تک بعد میں یہ احوال مختلن اور تاہد ہوتا جاتے ہیں، ہم درجتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے والا شخص اور تکلف سے کام لیتا ہے، یہ کے آئندہ آئندہ پڑھتا ہے، بھر تھوڑی روشنی آئی ہے، اور بھروسہ دوالی اس کی عمارت سستوں چالی ہے، کیاں تجہی کہ تمازوغ بھومنیں بحالت ملقت نام

سورت پڑھ جاتا ہے اور کوئی قلیلی نہیں ہوتی بھدیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخصی محدث میں پڑھ رہا تھا، کی مال لکھنے والے کا ہے کہ وہ اپنے اسی سخن میں مذکور کرتا ہے مذکور کی سخن کی سمع کرتا ہے، امام کارکنس اس کی بیانات میں جاتا ہے اور اس محدث میں بھی وہ سخن کے متن کی کہتا چاہتا ہے کہ اس اس کا مذکور کی طرف ۲۴ جو ہوتے کے بعد سے کسی دوسری فرض متعلق ہو، اور اصحاب کے تمام اوصاف کا یہی حال ہے کہ ادا ان کے حصول واکتاب میں تلفظ اور قصع سے کام لیا جاتا ہے بھدیں وہ صفات محدث اور بیان میں جاتا ہے کہ ہا ارادہ و اختیار بھی ان کا انعام ہوتے لگاتا ہے اسی لئے عادت کو طبع و تمثیل اور طارے یہاں بیان فرمائے گئے ہیں۔

حوال شریفہ کا اکتساب : ہر جال اگر کلی شخص احوال شریف سے محروم ہو تو اسے یا ہو تو کی ضمورت نہیں ہے بلکہ مناسب ہے کہ وہ افسوس میں ایسا کسی دوسری تھہر کے ذریعہ حصل کرنے کی کوشش کرے اور اس میں کسی تلفظ سے بھی کام لیا ہو تو اگر زندگے اسلئے کہ یہ بات دیکھی گئی ہے کہ کسی شخص نے دوسرے پر ماشیت ہوا چلا اور پہلے سے ماشیت نہیں تھا تو اس نے یہ تھہر کی پار اور اس کا ذر کر کر زندگی لایا اسکی پسندیدہ صفات اور تقالیل تعریف محدثات پر مسلط فکر رکھی گئی اور اس تھہر سے اس کے سخن کی آگ اپنے دل میں بودھن کرنی تو اور یہ محبت پکا اس طرح رائج ہوئی کہ اس کے اختیار و قدرت کی حدود سے خارج کر گئی بھدیں اسے دل سے دور کرنا بھی چاہا تو دور نہ کر سکا۔ یہی تھہر وہ ارشادی کے شوق اور عذاب اتنی کے خوف اور دوسرے احوال شریف کے متنے میں اختیار کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کے ہاں پیشے ہو جان اوصاف کے حوال ہوں اسکے لحاظہ مطالعہ و مشاہدہ کرنے دل میں افسوس اچھا سمجھے اور سایع و وہد میں ایک تھیڈ کرنے کا رہی تعالیٰ کے ضمیر القیم و رباری کے ساتھ اس کی دعا کرنے کے اسے بھی حسن لفظ میرہ ہو، اور اس کے حق میں بھی احوال شریف کے اسہاب سل ہو جائیں، ساتھ ہی ان اسہاب کے حصل کی کوشش بھی کرے، یعنی اشکار کے ان یک بندوں کی ہم شخی اختیار کرے ہو دل میں اٹھ کی محبت اور اس کا خوف رکھتے ہیں اسلئے کہ انسان اپنے ہم نیشنوں کا اثر تکوں کرتا ہے، امن و نزول میں اللہ طیبہ و سلم کی یہ دعا اس امری دل میں ہے کہ ان احوال کے حصل میں اسہاب کو بیوادھ ہل ہے۔ قریبیاً :

اللَّهُمَّ لِرَفْقِي خَيْرٌكَوْ خَيْرٌ مِّنْ يَقْرَبُنِي إِلَيْكَ خَيْرٌكَ

لے اللہ تھے اپنی محبت مطافرا، ان لوگوں کی محبت سے اواز جو تم سے محبت رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی محبت سے بھی جو مجھے تمہی محبت سے قریب کر دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبت میں یہ نہیں ہوتی بلکہ اس میں کسب بھی ہو سکا ہے، ورنہ آپسے دعا کیلی فرماتے۔ وجہ کیا یہ کل چھ نہیں ہوئیں، پہلی دو نہیں ہیں محدث اور مکاشش، ان کی دو نہیں تھیں، کسی کامل بیان اور ناقابل بیان نہ ہوئیں، ایک دو وجد جس میں تلفظ اور اختیار کو کوئی دو غلط نہ ہو۔

قرآن پاک سے وجود : یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ صوفیاء کو قرآن کریم سننے سے وجود نہیں آتا، نئے نئے سے وہ بے حال ہو جاتے ہیں، اگر وجود حق ہوتا، اور عطا رہب ہوتا، شیطان کے فریب کو اس میں کوئی دھل نہ ہوتا تو وہ لوگ سلیع سے زیادہ حلاوت سے وجود کرتے؟ اس کا جواب یہ کہ جو وجود حق ہے اس کا منبع اللہ تعالیٰ کی فاطح محبت اور شوق دیدار ہے، یہ وجود قرآن کریم کی حلاوت سے بھی ہوش نہیں آتا ہے، بھیسا کہ خود قرآن کریم سے اس کا ثبوت ملتا ہے، فرمایا

اللَّا إِلَهَ كُرْلَلَهُ نَطَمَّنُ الْقُلُوبَ (پ ۲۳ ر ۱۷ آیت)

خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو الطینان ہو جاتا ہے۔

**مَثَارِيَ تَقْشِيرَ مِثَةَ جَلَوْدَ الظِّنَّ يَخْشُونَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلَيَّنَ جَلَوْدُهُمْ وَقَلُوْبُهُمْ إِلَى
دِكْرِ اللَّوَّبِ (پ ۲۳ ر ۱۷ آیت)**

جو (کتاب) پار ہار دہرا لی گئی ہے، جس سے ان لوگوں کے جواب سے رب سے درستے ہیں بدن کا نبض اشتعه

ہیں بھر ان کے بدن اور ول نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الظِّنَّ إِذَا دَرَكُرَ اللَّهُ وَ حَلَّتْ قُلُوبُهُمْ (پ ۲۹ ر ۱۵ آیت)

بس ایمان و اے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

کنو انز لنا اهذا القرآن علی جبل تر ائمہ خا شعاع متصدی عما می خشیۃ اللہ (پ ۲۸ ر آیت ۷۷)
اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نالیں کرئے تو اے قطب (تو اس کو رکھا کہ خدا کے خوف سے وہ جاتا اور پہنچ جاتا۔
قطب کی طبایت، خوف سے جنم کی روشنی، قطب کی رفت، نرمی اور خوش و بہری کے غافل مظاہر ہیں، اگرچہ یہ
مظاہر حالات کے قبل سے ہیں، مکاشفات کے قبل سے نہیں ہیں، میکن بھی بھی یہ حالات بھی مکاشفات کا سبب ہیں جاتے ہیں،
قرآن پاک کو جن کے ساتھ پڑھنے کی تائید اسلئے ہے کہ ابھی تلاوت سے وجہ ہوتا ہے، چنانچہ آخریت ملی اللہ طیہ و سلم ۲
ارشاد فرمایا تھا زینو القرآن بِاصواتِکم (۴۰)

قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے نہت دو

حضرت موسیٰ الشیری کی خوش بالحافی کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

لقد اوتی مزمار امن مزامیر ال حادوں اے آل والود کی ایک لے دی گئی ہے

قرآن سے وجد کی حکایات : اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے قرآن کی تلاوت سن کر اہل مل
و جد میں آجاتے ہیں، چنانچہ سر کار دد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔
شیبنتی سورۃ ہود و اخواتہا (تفہی۔ ابو حجیفہ)
مجھے سونہ ہو دو اور اس جیسی سورتوں نے پوزھا کرو۔

اس حدیث میں وجد کی خبر ہے اس لئے کہ پہلی خوف اور جن سے طاری ہوتا ہے، اور خوف و جن وجد کے مظاہر ہیں،
روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسحیوؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سونہ نامہ سنائی، جب وہ اس آیت پر ہوشی نہ
فَكَيْفَ لَا يَأْتُنَا مِنْ كُلِّ لَقَبِيسْتُهُ بِيَدِ وَحْنَاهُ كَعَلَى هُؤُلَاءِ شَهِيدًا (پ ۵۵ ر ۳ آیت ۳۱)
سواس وقت بھی کیا حال ہو گا جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ ماضر کریں گے اور آپ کو ان
لوگوں پر گواہ دینے کے لئے ماضرا میں گے۔

آپ نے فرمایا: بس کو، راوی کہتے ہیں کہ آخریت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے ایک روایت (خواری و
ملسم۔ ان مسحیوؑ) ایک روایت میں ہے کہ آخریت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی یا کسی دوسرے شخص نے
آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی، آپ خوف سے ہوش ہو گئے، آیت ۱۱ ہے (۱)

لَوْلَذِينَ أَنْكَلَوا وَجْهَيْمَةً وَطَعَامًا دَاعِصَيْقَوْعَنْلَبَالشِّيمَا (پ ۲۹ ر ۳ آیت ۳۲)

مارے ہمال جڑیاں ہیں اور دفعہ ہے اور لگلے میں پھنس جائے والا کھا ہے اور وہ داک مناب ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ آخریت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھ کر دوئے لگلے ملے عبد اللہ ابن عباس
لَوْلَذِينَ قَلَّتْهُمْ فَلَانِهمْ عَبَدَلَذَكَ (پ ۲۷ ر ۳ آیت ۱۸)

اگر آپ ان کو سزاویں تو یہ آپ کے بدلے ہیں۔

آخریت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ رحمت کی کوئی آیت تلاوت کرتے یا کسی سے سنتے تو ہار کہاں میں
رحمت کی دعا کرتے، اور بھارت کی درخواست فرماتے (۲) بھارت کی درخواست کرنا وجد ہے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی
تعریف فرمائی ہے جو قرآنی آیات سن کر وہ میں آجاتے ہیں، فرمایا تھا۔

(۱) یہ روایت عربی نے کاں میں اور تھالی نے شب میں اللہ حسب این ابی الاسود سے بحران ارسال تھل کی

ہے۔ (۲) یہ روایت کتاب تلاوت القرآن میں گردھلی ہے جو دوں روایتیں کتاب تلاوت القرآن میں گردھلی ہیں

وَلَا سِمْعًا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَغْيَانَهُمْ فَيُنَبَّهُنَّ مِنَ الْتَّمَعِ مِنَاعَرَفُوا مِنَ
الْحَقِيقَ (پ ۷ را آیت ۸۳)

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسوں سے بستی
ہوئی دیکھتے ہیں۔

روايات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازین پڑھا کرتے اور آپ کے سید مبارک سے الی آوازیں لٹکتیں ہیں
ہاذی اہل رحمی ہو (ابوداؤ نبأ شماکل ترقی)۔ عبد اللہ ابن اشیخ ح相伴 و تابعین سے بھی قرآن پر وجد کے بہت سے واقعات
محقق ہیں بہت سے حضرات خوف کی شدت سے ہوش ہو جاتے بہت سے لوگ ہے چاہو کہ کرو نہ لگتے بہت سے لوگ
نشن کر لونے لگتے یا بے ہوش ہو کر جاتے بعض حضرات بے ہوشی کے مالم من وفات بھی پائے ہیں چنانچہ زید ابن ابی اولیٰ
تابیؑ کے بارے میں محقق ہے کہ وہ رفقہ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، کسی راحت میں یہ آمتحنہ ہے۔

فِلَذَانِقَرْفِ النَّافُورِ فَدُلِكَبِيُّوْ مَثِيدِيُّوْمَ عَسِيرَ (پ ۲۹ ر ۱۵ آیت ۸۴)

بہر جس وقت سور پھوٹا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ عن الدلیل ایک خود ہو گا۔

آخرت کی رہشت اس قدر طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر جرے ہو اور مغرب مہربی میں وفات پائے ہے ایک شخص یہ آیت
پڑھ رہا تھا۔ ائمَّةَ عَذَابٍ رَّتَكَلَّوْ أَقْمَ قَالَ عِمَّنْ دَلَلَمْ (پ ۲۷ ر ۲۳ آیت ۸۵)

ہے تھک آپ کے رب لاہد اب میرہ ہو کر رہے ہوں گے اس کو ہل فیں سکتے

حضرت عمر ابن الخطاب نے یہ آیت سنی تو مذاب کے ہولناک تصور کی تاب نہ لاسکے ایک بلند کراہ کے ساتھ ہے ہوش
ہو گئے افسوس مگر لے کر آئے اس واقعیت کے بعد آپ تقریباً ایک ماہ تک صاحب فراش رہے صالح مری نے مشورہ تاہی بزرگ
ایوجویر کے سامنے چند آیات حلاوت کیں، آپ پیچ پڑے اور چند لمحوں میں اپنے غالق حقیقی سے جاتے، امام شافعی ایک ہاری
سے یہ آیت سن کر بے ہوش ہو گئے

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ (پ ۲۹ ر ۲۹ آیت ۸۵)

یہ وہ عن ہو گا جس میں لوگ بول نہ سکتے اور نہ ان کو اجازت (بذریک) ہوگی مدد بھی نہ کر سکتے گے
صلی ابن قتیلؑ کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ ہیں آیا ہوئی شخص یہ آمتحن حلاوت کر رہا تھا۔

يَوْمٌ يَعْوَمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (پ ۲۹ ر ۲۸ آیت ۸۶)

جس وہن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کڑے ہوں گے

آپ سختی کی تاب نہ لاسکے اور فرش کا کر گر پڑے یہ مظہر یکہ کر قتل نے اللہ کا شکر ادا کیا اور علی سے فرمایا کہ تجھے وہ ملے گا
جو اللہ نے تمھے معلوم کر لیا ہے اس طرح کے واقعات صونیا ہے کہ بارے میں بھی محقق ہیں ایک مرجب شملی اپنی مسجد میں تراویع
کی نماز ادا کر رہے تھے، امام نے یہ آیت پڑھی۔

وَلَئِنْ شَهَدَ الْمُنْهَاجُونَ لَوْحِيَتَ الْيَكَ (پ ۲۹ ر ۲۷ آیت ۸۷)

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر وحی آپ پر بھی ہے سب سب کلیں۔

شمیلؑ ہے ساختہ صحیح اسکے لوگ بھے کہ شاید آپ کی روح پرداز کرنی ہے رنگ درود پر مگر، جسم کا پنچھے لگا اور آنکھوں سے اسی
جاری ہو گئے، آپ بار بار یہی فرمادیں تھے کہ احباب سے اس طرح ہمی خلاط کیا جاتا ہے، جنیدؑ کہتے کہ میں سری سقیؑ کے پاس
گیا، ان کے مجرے میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہوا تھا میں نے اسکی ہے ہوشی کی وجہ دریافت کی، فرمایا کہ یہ شخص قرآن کریم کی
فلک آیت سن کر بے ہوش ہو گیا، میں نے کہا وہی آیت دربارہ پڑھئے، جب وہ آمتحن دربارہ پڑھئی تو اس کی فرشی جاتی رہی، لوگوں کو

یہ تدبیر بست پسند آئی مسری سفلی نے پوچھا کہ حسین یہ انوکھا طریقہ کمال سے معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعے سے، اگر آپ کی بڑائی حق کی وجہ سے زائل ہوتی تو خلق کے سبب والیں نہ ہوتی مسی سفلی نے اس حواب پر اپنی پسندیدگی کا انعام فرمایا، کسی شاعر کا یہ شعر بھی حضرت جنید کی تدبیر کی تفسیر ہے۔

وَكَاسِ شَرِيفٍ عَلَى لَذْتِ
(ایک جام میں نے لذت کی خاطریا، اور جب لذت بھی اور نشہ ہو گیا تو) رو سرے جام سے میں نے
اس (نشہ) کا علاج کیا)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں رات کے وقت یہ آیت بار بار خلاوت کر رہا تھا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةٌ مُّؤْمِنٌ (پ ۲۳۰ آیت ۱۸۵)

ہر جان کو موت کا مزہ چھٹانا ہے۔

محاکیک آواز آئی کہ آخر تم کب تک یہ آیت پڑھتے رہو گے، تم نے اس آیت سے چار ایسے جنوں کو قتل کر دیا ہے جنہوں نے اپنی پیدائش کے روز اول سے اس وقت تک آسمان کی جانب سرخیں الخیالات، ابھی مل مخالی نے شعلی سے عرض کیا کہ جب میں قرآن کی کوئی آیت سنتا ہوں تو وہ مجھے دنیا سے کنارہ کش کر دیتی ہے، مگر جب میں اپنے دنیاوی کاروبار کی طرف والیں آتا ہوں، اور لوگوں سے ملتا جلتا ہوں تو اعراض عن الدنیا کی وہ حالت باقی نہیں رہتی جو خلاوت کے وقت پیدا ہوئی تھی، شعلی نے فرمایا کہ خلاوت کے وقت تمہارے دل میں اللہ کی طرف اثابت اور ماسوی اللہ سے اعراض کی جو کیفیت پیدا ہوئی ہے وہ بھی رب کرم کی لطف و عنایت سے ہے، اور خلاوت کے بعد تم دنیاوی امور میں مشغول اور اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہو، یہ بھی اللہ کی رحمت و کرم کا مظہر ہے، کیونکہ تمہارے شایان شان بھی ہے کہ جب تم اسکی طرف متوجہ ہو تو اپنی قوت اور تدبیر کا کوئی اثر تم میں باقی نہ رہے، ایک صرفی نے کسی قاری سے یہ آپت سی نے۔

يَا أَيُّهَا النَّفَسُ الْمُطْمَئِنُ لَرِ حِلْيَتِ الرَّبِّ تَكِيرًا صِبَقَتْ خَرَضَيَةً (پ ۲۳۰ آیت ۲۸)
اے الْمُبِينَ وَالرُّوحُ تَوَاضَعَ پَدِرَدَگارِی (جو اور رحمت) کی طرف ہیں اس طرح کہ تو اس سے خوش ہو۔

اور وہ تجھ سے خوش ہو۔

صلوٰت نے کہا کہ آخر میں نفس سے کب تک رب کی طرف لوٹنے کے لئے کھاتا ہوں یہ رجوع کا نام یعنی نہیں لیتا، دنیا میں لگا ہوا ہے، اس کے بعد ایک جیج ماری اور جان جان آفس کے پروگرامی۔ کوئی شخص یہ آئندہ پڑھنا تھا۔

وَأَنْزَرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَافِ (پ ۲۳۰ آیت ۱۸)

اور آپ ان لوگوں کو ایک قرب آئے والے مسیحت کے دن سے ڈرائیجے۔

بکرین محاذا نے یہ آیت سنے تو بے حد منظر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے رب کرم تو اس شخص پر رحم فراہمے نے اپنے طریب سے ڈرایا، لیکن اس کے باوجود وہ تمیاً مطہر ہوا، اتنا کما اور بے خوش ہو گئے، ابراہیم ابن ادہم جب کسی شخص سے یہ آیت سننے تو ان کے جسم کا رواں رواں کا نپ المعا۔

إِذَا لَسْمَأَنَّا ثَمَنَّا فَقَتَّ (پ ۲۳۰ آیت ۱۹)

جب آسمان پھٹ جائیگا۔

محمد ابن سعیج نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص دریائے فرات میں حمل کر رہا تھا، ابھی ساحل پر آیا اور یہ آیت پڑھنے لگا۔

وَأَمْنَازُ وَالْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُبْجَرُ مُؤْنَ (پ ۲۳۰ آیت ۵۹)

اور اے مجرمو! اچ لال ایمان ہے الگ ہو جائے۔

نمایے والا شخص یہ آئیت سن کر بے تاب ہو گیا، اس پر مجھے شی طاری ہوئی، اپنے لور قابو نہ رکھ سکا اور لمبوں کی نذر ہو گیا۔ حضرت مسلمان القاریؓ نے ایک نوجوان کو کسی آئیت پر مختصر ب اور لرنہ برداشام ہوتے دیکھا تو یہ مختار آپ کو بہت اچھا لگا، اور اس نوجوان سے آپ کو محبت ہی ہو گئی پہلے دن تک وہ نظر نہ آیا تو آپ بے تاب ہوئے تو گوں سے اسکے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بخار ہے، اس کے گمراہ تشریف لے گئے تو وہ اس وقت مالم نزع میں قا مسلمان نے اس کا مزارج دریافت کیا، کنے لگا جو لرزش آپ نے بھیرے جسم پر اس دن ملاحدہ فرمائی تھی وہ جسم ہو کر بھیرے سامنے آئی، اور بھیسے کئے گئی کہ خدا تعالیٰ نے تمہرے تمام مکنہاں معاف کر دیے، بہرحال صاحب دل قرآن سن کر وجد ضرور کرتا ہے، خواہ اس وجد کی کوئی بھی یکنیت ہو، اگر کسی شخص کے قلب پر باعثاء و جواز پر کوئی آئیت اڑا کر ازدہ ہو تو وہ اس آئیت کریمہ کا مصدقہ ہے۔

کَمَثْلُ الِّذِي يَشْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَرِبَاءً فَضْلًا لِكُمْ عَمَّا فَهُمْ لَا يَعْقُلُونَ (پ ۲۰۵ آیت ۱۷)

اس جانور کی کیفیت کے حل ہے کہ ایک شخص ہے وہ اسے (جانور) کے لیکھنے چاہ رہا ہے، ہو، بھروسے اور اور پیکار نے کے کوئی بات نہیں ملتا، بھرے ہیں، گوئے ہیں، اندھے ہیں، سو بھیتے کچھ نہیں۔

یہ تو پھر قرآنی آیات کا ذکر ہے جو روز کائنات کا سر جسمہ اور دنیا و آخرت کے لئے لود کیا ہے، اہل دل کا حال تو یہ ہے کہ وہ حکمت و دالش کے ایک جملے مکد ایک ٹلے پر بے حال ہو جاتے ہیں، چنانچہ جعل غلطی کہتے ہیں کہ ایک خراسانی شخص حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے پاس پکوں لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اس شخص نے جنید سے پوچھا کہ آدمی کے لئے تعریف اور زندگت میں کوئی فرق ہاتھی نہ رہے، یہ صورت کب یوں ہوتی ہے؟ حاضرین میں سے کسی نے جواب دیا کہ آدمی اہم ترالی میں داخل ہو جائے، اور قید حیات کے ساتھ ساتھ قید مریض میں بھی جلا ہو جائے (یعنی خلل دماغ یا ضعف کی وجہ سے وہ تیزی کی قوت ہی کھو بیٹھے) حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ جواب تمہارے شایان شان نہیں ہے، اس کے بعد آپ خراسانی سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آدمی سے یہ اختیار اس وقت اٹھ جاتا ہے جب اسے اپنی تخلیقیت کا قیمن ہوئے گتا ہے، خراسانی یہ جواب سن کر حقیقت اخفا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی نفع کا طاز جسم کے نفس سے آزاد ہو گیا۔

ایک اعتراض کا جواب : یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر قرآن سننے سے بھی وجد ہوتا ہے تو پھر سایع کیا ضرورت ہے، صوفیاء کے لئے بختری ہے کہ وہ سایع کی عخفیں منعقد کرنے اور راگ و رنگ کی مجسمیں سمجھنے کے بجائے علاوہ قرآن کے اجتماعات ترتیب دیں، اور خوش گلو گاریوں کو قرآن پڑھنے کے لئے بلا کسی، اسلئے کہ اللہ کا کلام سایع سے انفضل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سات وجوہات کی بناء پر قرآن کریم کی مثبت سایع سے وجد کو تحریک زیادہ ہوتی ہے۔

پہلی وجہ : یہ ہے کہ قرآن کریم کی تمام آیات سننے والے کے مناسب حال نہیں ہیں، اور وہ سب اس قابل ہیں کہ انہیں سمجھ کر اپنے حال پر اعلان کر لیا جائے، مثلاً ایک ایسا شخص جو حزن و غم میں جھاتا ہے یہ آیات سننا ہے سمجھا جاتا ہے یہ آیات اس کے مناسب حال کیسے ہو گی۔

یُؤْصِلُكُمُ الْمُفْلِيْأَوَلَادُكُمْ لِلَّذِيْكُمْ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْشَيْنِ (پ ۲۰۳ آیت ۸)

اللہ تعالیٰ تم کو حُمِّن تھا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لوکے کا حصہ دو لاکوں کے حصے کے برابر۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتَ (پ ۲۰۴ آیت ۲)

اور بولوگ (زنا کی) تھمت لگائیں پاک دامن عورتوں پر۔

ای مرض اور آئیں ہیں جن میں میراث، طلاق اور حدود وغیرہ کے احکام بیان کئے گئے ہیں، دل میں وہی بات تحریک کرتی ہے اس کے مناسب حال ہو، شرعاً دل کے حالات کا آئینہ ہیں، اسلئے الشعار سے حال کھنے میں کچھ مخلف نہیں کرنا پڑتا۔ البتہ وہ شخص

جس پر اس قدر غلب حال ہو کہ اس کی موجودگی میں دوسرا حالت کی مچھائش نہ ہو، نیزہ لکاڑی ذین، اور سیع اللہم ہو کہ الفاظ سے بعد تین محال مراد یعنی پر قادر ہو تو ایسے شخص کے لئے واقع کی کئی اہمیت نہیں ہے، وہ قرآن کی ہر آیت پر وجد کر سکتا ہے، مثال کے طور پر یہ آیت لفظی عصیم اللہ فی اولاد کم اس آیت میں اگرچہ دستی ہے احکام ذکر کے گے ہیں مگر وہ شخص دستی کے مطابق سے موت مرادے سکتا ہے کیونکہ دستی کو دستی کی ضرورت موت ہی کے وقت پہلی آئی ہے، موت انسان کو مال اور اولاد مجیسی محبوب چیزوں سے جدا کرنی ہے، نظر ایک محبوب کو وہ سرے محبوب کے قبیلے میں پھوسنے کے لئے جبور کرنی ہے، اس مفارقت کا تصور ہی حزن اور خوف کا حرکت ہو سکتا ہے، یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس آیت کے معنی پر مطمئن رخور کرنے سے پہلے ہی محسن اسیم ذات (اللہ) سن کر بے ہوش ہو جائے، اور اس آیت سے مستبط ہوئے والے مفہومیں کی اسے کوئی خبر نہ رہے، یا اس کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم کرو سکتا گو رحمت اور شفقت کی دلیل ہے، یہ شفقت نہ صرف ان لوگوں پر ہے جو مرے والے کے وارث قرار پائیں گے بلکہ خود مرے والے پر بھی ہے کہ اس کے بعد اس کی اولاد اور اس کے عنزہ اور قیادہ اس کامل پائیں گے وہ سلوں کو اسیں کلی حصہ نہ لے کیونکہ یہ بھی سیع اللہم کے جب تک حاری موت کے بعد ہمارے پیچے اسکے کرم گیم کے سبق ہیں، وہ ملامت کیلئے اس سبق ہوں گے، اس تصور سے رجاء اور امید کا حال پیدا ہو سکتا ہے، رجاء خوشی اور بشارت کی موجب ہے لِلذکرِ میثُلِ حَظِ الْأَنْتِیَمِن سے یہ تصور پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو اس کے مودہ ہوئے کی وجہ سے موت پر نعمیت دی، پھر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ بھی حقیقی مددی ہیں جن کے حلقہ قرآن میں آیا ہے۔ **لَا تَلِهِنُهُمْ تِجَارَةً وَلَا يَبْيَسُعَنْ فَكُرْ اللَّهُ (پ ۲۷۸ آیت ۳۷)**

جن کو اللہ کی باد سے اور (آنکھوں) نماز پڑھنے سے اور زکۃ دینے سے نہ غریب خلک میں ڈالنے پاتی

ہے اور نہ فروخت۔

پھر سلسلہ خیال یہاں تک دراز ہو سکتا ہے کہ جو شخص فیراٹ میں مشغول ہو کر اللہ سے غافل ہو جائے وہ حیثیت میں موہنس ہے، بلکہ موت ہے، ایسا نہ ہو کہ جس طرح موت دینا وی مال و دوست (واراثت) نہیں، ہم سے پیچے رہ گئی ہے آخرت میں، ہم اس سے پیچے رہ جائیں، ہمیں دنیا کی طرح آخرت میں بھی اپنی فضیلت برقرار رکھنی چاہیے، اور یہ فضیلت ہم جیافت و ریافت اور ذکر کا نی ہیں اشتعال ہی سے حاصل کر سکتے ہیں، برعکس اگر قرآن کی آیات میں اس کے ظاہری مضمون و معنی سے قطع نظر کر کے خود فکر کیا جائے تو وجد نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لیکن کب وجد کا یہ طریقہ ہر شخص کے بیس کا نہیں ہے، صرف وہی لوگ اسکے الی ہیں جن میں دو وصف ہوں، ایک یہ کہ وہ غلبہ حال میں مستحق ہوں اور سرای کے احتیاطی ذین، اور فہم ہوں، کیونکہ ذکاالت و نہانت کے باخیر یہ ناٹکن ہے کہ ظاہری محلی سے بالطفی محلی، یا مطمئن قریب سے مطمئن بعد مراد یا جا سکے، لیکن کیونکہ اس درجے کی ذہانت اور اس درجے کا استخراق رکھنے والے لوگ بہت کم ہیں اس لئے عام طور پر لوگ سماج کا سارا لیتے ہیں، کیونکہ کاشعار مناسب حال ہوتے ہیں، اسیں کھنے میں نہ دشواری ہوتی ہے، اور نہ بعد محلی مراد یعنی کی ضرورت پہلی آئی ہے۔ چنانچہ ابوالحسن نوری کا ذکر ہے کہ وہ چند لوگوں کے ساتھ کسی دعوت میں شریک تھے حاضرین میں ملی بحث چھڑکی، ابوالحسن خاموش پیشے رہے، بہب بحث شباب پر تھی، اور لوگ علمی تکھہ آرائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائے میں معروف تھے تو انہوں نے اپنیک سر اخالا، اور نہ چھ اشعار پڑھے۔

<p>رب ورقاء هنوف في الضحي ذكرت الفا ودهرا صالحا فيكت حزنا فها جت حزني فيكت رينا لزانها</p>	<p>ثالث شجو صدحت فى فتن ابكاها رينا ارقنى ولقد تشكو فما تفهمنى ولقد اشكوفما افهمها</p>
--	--

غیر اُنی بالجوی احرفها وہی ایضاً بالجوی تعریف
 (جس کے وقت پچھائے والی آڑوہ دل فاختہ شلن ختم بر اینی آواز کا جادوجہ کاتی ہے) اور اپنے محبوب اور
 حکرے ہوئے خوبصورت دور کی یاد تازہ کر کے روانے لگتی ہے، اسے دوتاؤ کچھ کریں ارادل رو الفتا ہے، بھی
 بیرونی آہ وزاری اسے بے جتن کرتی ہے، اور کبھی اسکے گریہ و بکا سے میں منظر ہو جاتا ہوں، میں اس سے
 اپنے دکھ کہتا ہوں لیکن اسے سمجھنا نہیں پاتا، وہ مجھ سے دکھ کرتی ہے لیکن مجھے سمجھنا نہیں پاتا، تاہم میں اس کی
 سوژش سے واقف ہوں اور وہ بیرونے غم سے واقف ہے)

راوی کھاتا ہے جب ابوالحسن نوری نے پر اشعار سنائے تو مجلس میں موجود ہر شخص منظر ہو گیا، اور اللہ کو وجد کرنے کا یہ
 وجد اپنی اس طبی بحث سے نہیں ہوا جس میں وہ مصروف تھے، حالانکہ وہ علم بھی پیغام اور حق ہی تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اشعار
 ہر شخص بخوبی لیتا ہے، ہر شخص کے حالات پر ان کا اعلیٰ مقنون ہے، جب کہ طبی مباحث، اور آیات قرآنی کا سمجھتا، اور ان سے
 اپنے مناسب حال معالیٰ اخذ کرنا ہر شخص کے لئے مقنون نہیں ہے۔

دوسری وجہ : یہ ہے کہ قرآن کریم الکریل لوگوں کو بادا دے جسکی باد نہیں ہے وہ بار بار سنتے ہیں، بیوی و دختر کے
 موقع پر بھی، یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز ایک وفہ سنی جائے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، دوسری مرتبہ سنتے ہے وہ اثر کم ہو جاتا ہے، اور
 تیسرا مرتبہ سنتے تقریباً مختتم ہی ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر کسی صاحب وجد سے کما جائے کہ وہ ایک ہی شعر قبورے تھوڑے وقته
 سے وجد کرتا رہے تو ایسا کہ راستے لئے ممکن نہ ہو گا، البتہ اگر کوئی بخاطر شعر زیرِ وہ دوڑا جائے خواہ وہ سابقہ شعری کے مضمون پر مشتمل ہو
 نیا اثر پیدا ہو گا، مضمون اگرچہ ایک ہے لیکن الفاظ اور وزن دونوں شعروں کے جدا جدا ہیں، جس طرح معنی سے نفس کو تحریک ہوتی
 ہے اسی طرح الفاظ سے بھی ہوتی ہے الفاظ و مضمون کی تجدید انسانی علم و تشریف تو ممکن ہے لیکن قرآن میں ممکن نہیں، اپنے لفظ
 اپنی جگہ تھیں ہے، نہ اس پر زیادتی ہو سکتی ہے نہ کی، کسی قاری کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ہر مجلس میں نیا قرآن پڑھے، بھی وجہ ہے
 کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرب کے دیانتی باشندوں کو قرآن من کر دستے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ ہم بھی اسی طرح روزا
 کرتے تھے، جس طرح تم روزہ ہو، لیکن اب ہمارے طلب ختم ہو گئے ہیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا غواص حضرت ابو بکر
 صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کے دلوں میں نہیں اور اثر پذیری کی صلاحیت بالی نہیں رہی تھی، اور اسکے دل دیانتیوں کے دلوں سے بھی
 زیادہ ختم ہو گئے تھے، یا ان حضرات کو اللہ کے کلام سے اتنی محبت نہ تھی جتنی اعراب کو تھی، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ارشاد گانٹھاء
 یہ تھا کہ ہم کثرت بکرار سے قرآن پاک کے عادی ہو گئے ہیں، اور جب کسی چیز سے انس بہت جاتا ہے تو اس کا اثر کم ہو جاتا ہے یہ
 بات کو ناممکن ہی ہے کہ ایک شخص قرآن کی ایک آہت کو بار بار سنتے اور بر سارہ سارے ایسی پر گریہ کرتا رہے، بھی وجہ ہے کہ
 حضرت مولتے لوگوں کو طواف کی کثرت سے منع کرنا چاہا، فرمایا کرتے تھے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگ کثرت سے
 طواف کر کے اس گھر سے اتنے ماؤں نہ ہو جائیں کہ اسکی عظمت و محبت ان کے دلوں میں باتی نہ رہے، یہ بات مشابہے میں بھی
 آئی ہے کہ جب پہلی مرتبہ حامی خانہ کعبہ کی زیارت کرتا ہے تو اس کے شوق و اضطراب کا عالم کچھ اور ہوتا ہے، بعض لوگ اس
 موقع پر سے ہوش ہو جاتے ہیں، پھر جوں جوں زیارت کے موقع ملتے ہیں، آمد و رفت بڑھتی ہے تو وہ کیفیت بھی کم ہونے لگتی ہے جو
 پہلے دن تھی۔

پیسرا وجوہ : یہ ہے کہ کلام کی مونونیت سے شعر کی لذت بہت جاتی ہے، چھپی اور مونوں آواز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی
 جو اچھی تو ہو، مگر مونوں نہ ہو، وزن اشعار میں پلا جاتا ہے، آیات میں نہیں، شعر سے وزن کا تعلق اٹا گیرا ہے کہ اگر گانے والا غلطی
 کر جائے، اور کسی شعر کا وزن ساقط ہو جائے تو سننے والا بڑی کرانی محسوس کرتا ہے، میں کہ غیر مونوں کلام سے بعیت کو اس وقت
 مناسب نہیں ہوتی، اس سلئے ملک کا ساراللف ختم ہو جاتا ہے اور وجد کی کوئی تحریک دل میں پیدا نہیں ہوئی، بعیت کی نفرت کا اثر

دل پر پڑتا ہے اور وہ بھی مistrab و متوجہ ہو جاتا ہے۔

چوتھی وجہ : یہ ہے کہ شعری موزونیت کے طلاوہ شعر کی نسبت بھی موزٹ ہوتی ہے، یعنی شعر کو لے اور ترجمہ سے پڑھنا بھی اہمیت رکھتا ہے، یہ لے اور ترجمہ کیا ہے؟ اسکے طلاوہ کچھ نہیں کہ جن حرف کو کمپنی کر پڑھنا ہوا نہیں مگنا دے، جو مختانے ہوں ان میں طول دیدے، بعض کلمات کے درمیان وقف کر دے بعض کو مقطوع کر دے اور بعض کو ملائکر کر دے، یہ تمام تصرفات شعر میں درست ہیں، قرآن میں ان تصرفات کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ خلاوت اسی طرح کرنی ضروری ہے جس طرح وہ لمحہ مخطوط سے موصلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، خلاوت کے قاضوں کے بر عکس تصریح کردہ "اور کہ قصر کرنا" موصول کو مقطوع اور مقطوع کو موصول پڑھنا حرام یا مکروہ ہے، قرآن کو سادہ لب دل بھیجئے میں جس طرح وہ نازل ہوا ہے پڑھنا اتنا موزٹ نہیں ہو تا جتنے نہیں کے سڑا اور لے ہوتی ہے، لے تا شیر کا ایک مستقل سبب ہے، اگرچہ وہ کلام فیر معلوم ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ بربط "ستار" نقیری اور وہ سرے ہاجے معلوم نہ ہونے کے باوجود بعض سروں کی وجہ سے پسند کئے جاتے ہیں اور موزٹ ہوتے ہیں۔

پانچویں وجہ : یہ ہے کہ اشعار کا لفظ ان آوانوں سے بھی نہ ہالا ہو جاتا ہے جو طبق سے نہیں لفظیں، جیسے زعلوں کی تال و فیرو، ضعیف و جد میں تحریک اسی وقت ہوتی ہے جب حرکت قوی ہو اور ان تمام جیزوں کا دار بعد ار ان تمام جیزوں پر ہے جو ابھی ذکر کی گئیں یعنی شعریت، آواز کی موزونیت لے کا عول کی تال و فیرو یہ تحریک کی وقت کے اسباب ہیں، ان میں سے ہر جب اپنی جگہ مستقل تاثیر رکھتا ہے، لیکن یہ تمام اسباب سماں ہی میں رہا ہو سکتے ہیں، قرآن کریم کو ان بھی جیزوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے، کیوں کہ عوام کے نزدیک ان جیزوں کی حیثیت لudo لعب سے زیادہ نہیں ہے، جب کہ قرآن نہ کھیل کے لئے نازل ہوا ہے، اور نہ کوئی مسلمان یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ کلام الہی بھی مقدس چیز کو لudo لعب کے مظلوم کے طور پر اختیار کیا جائے، اسلئے قرآن کریم میں کسی ایسی چیز کے اختلاط کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی ہو جو عوام کے نزدیک کھیل ہو، اگرچہ خواص اسے کھیل نہ سکتے ہوں، قرآن کی تقدیس اور جلالت شان کا تعصیا ہے کہ اسکا احراام کیا جائے، اسکا احراام یہ ہے کہ سڑکوں اور راستوں پر خلاوت کرنا بھی اسکے احراام کے متعلق ہے، کیوں کہ قرآن کریم کی تعمیم و تحریم کا حق صرف وہ لوگ ادا کر سکتے ہیں جو اپنے احوال کی گمراہی کرتے ہیں، اسلئے وہ سماں میں اپنے مرض کا علاج خلاش کرنے پر مجبور ہیں، کیوں کہ اس میں احراام کی ضورت نہیں ہے، میں وجہ ہے کہ شادی کے موقعہ پر خلاوت قرآن کے ساتھ دف بجا لئے کی اجازت نہیں دی گئی ہے، دف بجانا اگرچہ جائز ہے، جیسا کہ پہلے بھی یہ حدیث گزرو بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے موقع پر دف بجا لئے کی اجازت دی اور فرمایا خلاج کا اعلان و اعلیار کو اگرچہ جمٹی کی آوازی سے کیوں نہ ہو، قرآن کے ساتھ دف بجا ہا اس لئے منوع ہے کہ دف صور ناگود لعب میں داخل ہے اور عام طور پر لوگ اسے کھیل لی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ روایات میں ہے کہ ایک مرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربع ہتھ موزڈ کے گھر تشریف لے گئے، وہاں چڑھ لیاں تیغی ہوئی اشعار پڑھ رہی تھیں، ایک شعر کا مضمون یہ تھا کہ ہم میں ایک نی تشریف لائے ہیں جو فیب کا حال جانتے ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ترک کر دو اور وہی کو جو پہلے کہ رہی تھی، آپ نے یہ شعر پڑھنے تے اس لئے منع کیا کہ اس میں نبوت کی شادیت تھی، اور غناء کھیل ہے جب کہ نبوت کی شادیت ایک سمجھدہ امر ہے، کی ایسی چیز سے اسکا اختلاط نہ ہونا چاہیے جو لudo لعب کی صورت رکھتی ہو، بہر حال جس طرح ان لوگوں پر نبوت کی شادیت سے غناء کی طرف انحراف و اجنب ہوا اسی طرح قرآن پاک کی حرمت کا تقاضا ہے کہ اس سے بھی سماں کی طرف انحراف اور چھٹی وجہ : یہ ہے کہ منی بھی ایسے اشہار بھی گاتا ہے جو شے والوں کے مناسب حال نہ ہوں، اس صورت میں وہ لوگ یہ اشعار ناپسند کرتے ہیں، اور منی سے دوسرے اشعار کی فرماںش کرتے ہیں، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ایک بھی شعر ہر حال کے موافق نہیں ہوتا، اب اگر لوگ مغلوبوں میں جمع ہوں، اور قاری افسیں قرآن سنائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی آہت پر ہے جو

حاضرین کے مناسب حال نہ ہو، اگرچہ قرآن پاک ہر شخص کے حق میں شفاء ہے، مگر یہ حالات کے اختبار سے ہے، مثلاً رحمت کی آیات خوف زدہ اور مایوس دل کے لئے شفاء ہیں، اور عذاب کی آیات فربہ خورده، اور بے خوف شخص کے حق میں شفاء ہیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ مجلس قرات میں موجود تمام لوگوں کی حالت یکساں ہو، اور قاری کی تلاوت ان سب کے احوال پر منطبق ہوتی ہو، اس صورت میں بعض لوگ پر ایکجھیں گے۔ اور حالات کی عدم مناسبت سے دل بوداشتہ ہوں گے، کلام الٰہی سے نسبتیں ہونا، یا دل میں کراہت محسوس کرنا سوہ عاقبت کا پیش خیز ہے، اس خطرے سے نجات اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کلام کو اپنے حال پر منطبق کرے، جب کہ کلام الٰہی میں اسکی مخالفت نہیں ہے، مگر آیات سے صرف وہی سعی مراد لئے جاسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو تصور ہیں، اس کے بر عکس الشعارات میں توسعہ ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ صاحب کلام کی مراد حرف آخر ہو، اور اس سے ہٹ کر کوئی سعی مراد لئے جاسکیں، کلام الٰہی کو اسکے اصل تصور سے ہٹا کر اپنے حال پر منطبق کرنا غلط سلطاناً تاویل کے بغیر ممکن نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو سماع کی جگہ دینے میں رو خطرے ہیں، بعض آیات سے کراہت کا خطرہ اور کلام الٰہی میں غلط تاویل کر کے اپنے حال پر منطبق کرنے کا خطرہ، قرآن پاک کو ان دونوں پاتوں سے حفظ رکھنا، اور اسکے احراام و تقدیس پر حرف نہ آنے والے واجب ہے۔

ساتوں وجہ: ابوالحسن سراج طوی نے ذکر کی ہے، فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اس کی منتوں میں سے ایک صفت ہے، کہ جو کہ قرآن حق اور غیر عقلانی ہے اسلئے بشریت اسکی تاب نہیں لاسکتی، اگر قرآن کے معنی و دلیلت کا ایک دوہرہ بھی واضح ہو جائے دل پھٹ جائیں، اور پریشان و منظر بہو جائیں، خوش الخانی کو بعیت سے مناسبت لذت کی مناسبت ہے، نہ کہ امور حق کی بھی مثال شعر کا ہے کہ اس سے بھی بعیت کو لذت و خلکی بنا پر مناسبت ہوتی ہے، جب آوازیں اور ستر اشعار میں موجود اشارات و لطائف سے ملتے ہیں تو ایک درستے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، ان کا خدیجہ جاتا ہے، اور دلوں پر بلکہ ہو جاتے ہیں، کہ عقول عقلانی سے ہم آہنگ ہے، جب تک ہم میں بشریت موجود ہے، اور ہم حکوڑا کی صفات پر قائم ہیں، ہمیں دلکش نعمتوں اور خوب صورت آوازوں سے راحت و لذت ملتی ہے، اسلئے ان حکوڑوں کے مشاهدے کے لئے بھی بہتر ہے کہ ہم اشعار کی طرف سائل ہوں، کلام الٰہی کو ذریعہ حصول نہ نہائیں۔

ابوالحسن دراج کہتے ہیں کہ میں بعد اوسے یوسف ابن حمیں رازی کی زیارت کے ارادے سے لٹا جب ری بخچ کر میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دروافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اس زندگی و تحدی سے تمہارا اکیا تعلق ہے؟ اس جواب سے میں بت پریشان ہوا اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ واپس بخدا چلا جاؤں، مجھے ہر شخص کا جواب من کریے تھیں ہو چلا تھا کہ واقعی وہ زندگی ہوں گے، ایسا نہ ہو کہ میں عقیدت میں ان سے متاثر ہو جاؤں، پھر سوچا کہ آخر اتنا طویل سفر کیا ہے، اسکا کوئی تصرف ہونا چاہیے، انسس دیکھ لینے میں کیا سحر ہے، یہ سحر کر آگے بڑھا، یوسف ابن حمیں ایک مسجد کی محراب میں بیٹھے ہوئے قرآن کی تلاوت کر رہے تھے، ساسنے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، سچھ خوب صورت تھے اور ان کے چہرے پر داڑھی بھی اچھی لگ رہی تھی، میں نے قریب بخچ کر سلام کیا، وہ میری جانب متوجہ ہوئے، اور میرے وطن اور معتقد سفر کے متعلق کچھ سوالات کئے، میں نے عرض کیا میں بخدا اوسے آپ کی زیارت کے لئے ہماں حاضر ہوا ہوں، فرمایا کہ اگر ان شہروں میں جن سے ہم گزر کر آئے ہو کوئی شخص تم سے یہ کہتا کہ ہمارے پاس نہ رہ جاؤ، ہم حمیں ایک گھر بخواہیں گے، اور ایک لوڈی خرید کروں گے، ہمایتم ان کی بات مان لیتے، اور ہماں آئے سے رک جاتے، میں نے عرض کیا کہ اب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس حرم کی آزادی میں جلا سیں میں فرمایا، اگر میری آزادی ہوتی تو میں نہیں جانتا کہ میرا موقف کیا ہوتا، میں ہماں آتیا وہیں نہ رہ جاتا، اسکے بعد مجھے بھی سے پوچھا کہ تم شر بھی کہ لیتے ہو، میں نے عرض کیا جی ہماں فرمایا کچھ نہاد میں یہ اشعار سنائے۔

رائینک نبئی دائمافی قطیعنی
ولو کنت فاحزم لہد مت مائبئی
کانی بکم واللیت افضل قولکم
الاکیننا بجنا الا لیلت لا یغنى

(ترجمہ میں دکھتا ہوں کہ تم بیش بھے سے ترک تعلق کی ہا کرتے رہتے ہو، اگر تم نہ راندھیں ہوتے تو اس
ہنا کو مسار کر دینے گویا میں تم سے اس وقت ملا جب تمارا سب سے اپنا قول لیت تھا، کاش ہم تم سے اس
وقت ملئے جب تمہیں لست و لعلی سے کوئی سو کارہ ہوتا)

یہ شعر من کر انہوں نے قرآن پاک بدل کر دیا، اور اتنا بدیع کے داؤ ہمی کے ہاں بھی گئے اور بعد میں ترک ہو گیا، ان کے گیرے کی
شدت سے میں نے اپنے دل میں رحم کے چذبات حسوس کئے، جب افلاط ہوا تو فرانے لگے، بیٹھے: روی کے لوگ مجھے برائیت ہیں، وہ
یہ سمجھتے ہیں کہ میں زندگی ہو گیا ہوں، اور سیرا ممال یہ ہے کہ صحیح سے شام تک کلام پاک پڑھتا ہوں، لیکن آنکھ سے ایک قطرہ بھی
نہیں پیکتا، اور تمہارے یہ دو شعر من کر آنکھوں پر قیامت گز رکھی۔

اس تفصیل کا حاصل یہ تلاکہ دل اگرچہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرارت سے کندن بن گئے ہوں، لیکن اشعار سے ان میں جوش و
ہدایت کی جو یقینیت پیدا ہوتی ہے وہ تلاوت کلام پاک سے نہیں ہوتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وزن اور شعر سے بیعت کو منابع
ہوتی ہے، کی وجہ ہے کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ قرآن پاک جیسی کوئی صارت ہنا کے، قرآن پاک نے اپنی مجریانی کے
اعلان کے ساتھ ان جھوٹے مدحیوں کو کھلا جیتنے دیا ہے جو قرآنی آیات کو شاعر یا سارہ کا کلام کہا کرتے تھے، تو ایت ہے کہ ایک شخص
ذوالنون مصری کے استاد اسر المثلث کے پاس آیا، وہ اس وقت الگی سے نہیں کریں رہے تھے اور کوئی شرمنگاہ رہے تھے، مجھے سے پوچھنے
لگے کہ کیا تم بھی کوئی شعر ترجمہ سے نا سکتے ہو، میں نے جرض کیا: نہیں، فرمایا: کیا تم اپنے بیٹھے میں دل نہیں رکھتے؟ دل نہ
ہوتے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمہارے بیٹھے میں گوشت اور خون کا وہ لو تھرا نہیں ہے جو ہر وقت دم رکن تارہ تا ہے، بلکہ انہوں نے
اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ صاحب دل جانتا ہے کہ دل کو نعمتوں اور شعروں سے جو تحریک ملتی ہے وہ کسی دوسری وجہ سے
نہیں ہوتی، وہ اس محدود کے لئے بھی اپنی آواز سے کام لیتا ہے، اور بھی دوسروں کی آوانوں سے کام لیتا ہے۔

سماں کے ظاہری و باطنی آداب

پہلا ادب: وقت جگہ اور موجودین کی رعایت: حضرت جیند بخدا دی گی فرماتے ہیں کہ سماں میں تین چیزوں کی
رعایت بے حد ضوری ہے، وقت جگہ اور حاضرین مجلس کی رعایت، وقت کی رعایت سے یہ مراد ہے کہ صرف ان اوقات میں نے
جن میں دوسرے طبقی یا شرعی مشاغل نہ ہوں، خلا کھانا کھانا، کسی سے لڑا جھڑا، نماز پڑھنا، یا کوئی ایسا مشغل اختیار کرنا جس سے
ذہن بہت جائے اور سماں میں دل نہ لگے، مکان سے مراد یہ ہے شارع نامہ ہو جائیں ہر وقت لوگوں کی آمورفت رہتی ہے، یا کوئی
الکی چگنہ ہو جس کی ظاہری رعایت بری ہو (مشاغل وہاں نجاست پڑی ہوئی ہو)، نہ کوئی ایسا مقام ہو جائیں ہنگامہ پہاڑو، ایشور و شرکی وجہ
سے دل پریشان ہو تا ہو، حاضرین مجلس سے مراد یہ ہے کہ سب ہم خیال ہوں، اس لئے کہ اگر کوئی شخص غیر بھض کا مجلس میں آ جاتا
ہے تو بیعت پر گرانی ہوتی ہے، اور قلب مشغول ہوتا ہے، وہیا دار الحکم کی آمد بھی پریشانی اور حرج کی باعث ہے، کیوں کہ اہل مجلس
کو اسکی رعایت کرنی ہوگی، اور اس کی خاطرواری میں گلنا ہو گا، ریا کار صرفی بھی اس عالم نہیں کہ اسے محفل سماں میں شرک کیا
جائے، کیوں کہ وہ وجود و قص کا مظاہرہ کرے گا، کپڑے چھاڑے گا، اور یہ ظاہر کرے گا کہ وہ شعر سمجھ رہا ہے، اور یہ احوال اس پر
کسی اختیار کے بغیر طاری ہو رہے ہیں، حالانکہ اسکے رقص اور وجود، اور کپڑے چھاڑنے کے عمل میں تکلف اور لفظ کا دل خل ہو گا

جس سے بعیت میں گرانی پیدا ہوگی، اگر یہ شرائط موجود نہ ہوں تو ترک سلیع الفضل ہے، سننے والے کو ان شرائط کی پابندی کرنی چاہئے، سلیع کا حقیقی لفاظ اسی طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دوسراؤب : حرطین کی حالت پر نظر : اس ادب کا تعلق شاید ہے، یعنی شیخ کو جانتے ہے کہ وہ حاضرین کے احوال پر نظر رکھے، جن مہدوں کو ساعت سے نہ صانع پختگی کا نہیں ہوا کہے تو وہ ساعت نہ نہیں، اگر سننا ہو تو انہیں دوسرے کام میں لگاوے، وہ مددیں جنمیں ساعت سے ضرر ہوتا ہے تین طرح کے ہیں۔ اول وہ شخص جو ابھی طلاقت کی حقیقت سے واقف نہیں ہوا، صرف ظاہری اعمال جانتا ہے، اسے ساعت کا نہیں بھی نہیں ہے، ایسے شخص کا ساعت میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے وہ کسی لائیٰ اور لغو کام میں مصروف ہو جائے، نہ وہ اہل لود لب ہے کہ ساعت کو تکمیل کر جائے اور اس سے خدا خانے، اور نہ صاحب نوق ہے کہ اپنے نوق کی تکمیں کے لئے ساعت نہیں، ایسے مرید کو ذکر کیا شیخ کی خدمت میں مشغول رہتا جاتا ہے، ساعت من کر اپنا وقت خواہ خواہ ضائع نہ کرے، دوسراءً شخص جسے ساعت کا نوق قریب ہے، یعنی وہ ابھی تک خواہشات نفس کمالی حکموٰۃ اور لذات کی قیدیں ہے، نفس کی سرکشی پر ابھی تک قابو نہیں پاسکا، کسی بھی وقت اسکے نفس کا قند جاؤ سکا ہے، یہ بہت ممکن ہے کہ ساعت سے اس کی شہوت کو تحریک ہو، اور وہ راستتی گم کر دے جائے وہ طے کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے، تیراہ، شخص جس کی شہوت تکست کھا گئی ہو، نفس کی سرکشی کا باہلاہر کوئی اندازہ نہ ہو، اسکی چشم بھیرت بھی واہو، اللہ کی محبت بھی اسکے قلب پر غالب ہو، یعنی وہ علم ظاہر میں کمال اور رسول خ سے محروم ہو، نہ اسے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی صحیح مبارکات میرزا ہو، اور نہ یہ جانتا ہو کہ حق تعالیٰ کی طرف کس امر کی نسبت کرنا جائز ہے، اور کس امر کی نسبت کرنا ناجائز ہے ایسے شخص کے لئے ساعت کا دروازہ کھول دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جتاب ہاری کی شان میں جو مضمون ہاہے کے اور جو ہاہے نے، خواہ ہاری تعالیٰ کی طرف اس مضمون کا منسوب کرنا صحیح ہو یا غلط، ظاہر ہے کہ اگر اس نے جمالت اور نادانی کی بناء پر حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں کوئی للاہات اعتقد کر لی تو یہ ساعت اسکے حق میں موجب کفر بن جائے گا۔

سلسلہ حتری کہتے ہیں کہ جس وجود کا قرآن و سنت سے ثبوت نہ طے وہ باطل ہے، ایسے شخص کے لئے ساعت سنا جائز نہیں ہے جو کتاب و سنت کے شواہد سمیانہ کر سکے، نہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے جن کا دل دنیا کی محبت اور دل دنیا کی تعریف و قدرت میں ملوٹ ہو، نہ ان لوگوں کے لئے جو لذت کی خاطر ساعت سنتے ہیں، اور حصول لذت و فرحت کا یہ حاثر ذریعہ اُنکی عادت مستحوار بعیت ہائی بن جاتی ہے، اور مسلسل مشغولت سے قلب کی گمراہی کا کام حداڑ ہوتا ہے، بعض اوقات ظاہری اعمال (عہادات و فہرو) میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور اس طرح دادی سلوک میں آگے بڑھنے کا راست مسدود ہو جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ساعت لخوش پاکا مغلی ہے، مشغول کو اس سے دور ہی رکھنا بخوبی۔ جنید بخاری فرماتے ہیں کہ ایک مرجبہ میں نے خواب میں انہیں سے پوچھا کہ کیا تو کسی موقع رہا، اسکا اصحاب (صوفیاء) کو بھی سکراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے؟ کتنے لگا ہال دو موقعوں پر ساعت کے وقت اور نظر کے وقت، مجھے ان دونوں اوقات میں دخل اندازی کا موقع مل جاتا ہے، صحیح کو جب آپ نے یہ خواب لوگوں سے بیان کیا ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو اطیب سے یہ بھی پورہ عطا کر جو شخص سننے کے وقت خدا تعالیٰ ہی سے نہ یاد رکھنے کے وقت خدا تعالیٰ ہی کو ذکر کرے تو اس پر کس طرح قابو پاسکا ہے، جنید نے جواب دیا: بلاشبہ آپ کا سوال بجا ہے، اور مجھے پیش ہے کہ شیطان اس کا ہوا بندی پے پاتا۔

سیسا ادب۔ توجہ اور حضور قلب : ساعت کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ خوب کان لگا کر پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ ہے، ادھر ادھر نہ دیکھے، سامنے کے چہوں پر نظر نہ کرے، ان پر طاری ہونے والے احوال کی طرف التفات نہ کرے بلکہ اپنے حال میں مست رہے، اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے، جو کچھ خداوند تعالیٰ کی رحمت سے باطن میں ظاہر ہواں پر نگاہ رکھے، کوئی الیٰ حرکت نہ کرے، جس سے رفتاء مجلس پر شان ہوں، اور ان کی توجہ بث جائے، ساعت کی مجلس میں سماںت و صامت اور بے صہیخار ہے، نہ کھانے نہ جانی لے، سرجھ کا کراسٹر بیٹھے کہ جیسے کسی سوچ میں مستنق ہو، نہ تالی بھائے نہ ناچے کو دے، نہ

کوئی ایسی حرکت کرے جس سے تصنیع، بناوٹ اور ریا کاری کی برو آرہی ہو، مگر بلکہ انتیار وجد آجائے اور اعضاء کی حرکت سے اسکا انکسار ہو جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ افاقتہ ہونے کے بعد پر سکون ہو جائے، اب یہ مذاہب نہیں ہے کہ وہی حالت بنائے رکھے، مگر اس شرم سے کہ لوگ یوں کہیں گے کہ فلاں شخص کا وجود بہت مخفر تھا، اگر وہ جد نہ آتا تو بسلکت وجد نہ کرے اس خوف سے کہ لوگ سنگدل کہیں گے، اور قلب میں صفا و رفت نہ ہونے کا طمعنہ دین گے، رواہت ہے کہ حضرت چینہ بندادی کا ایک جوان العزم رہ جب کوئی ذکر ساختا تو چینے چلائے گلا، اسکی حرکت سے عاجز اگر ایک روز چینہ نے اس سے کہا کہ اگر آج کے بعد تم نے کوئی آواز نکالی تو میں تمیں اپنے ساتھ نہیں رکھوں گا، اس فوجوان نے اپنے شیخ کی تنبیہ کا گمراہ اڑ لیا، اور ضبط کرنے لگا، لیکن کیوں کہ اسکی جیجی میں تصنیع کو کوئی دھل نہ تھا، اس لئے ضبط کی کوشش میں پڑی بعض اوقات ضبط کی بعد جد میں وہ اس حد تک آگے بڑھ جاتا کہ ہر وال سے پانی کے قطرات ٹھکنے لکھتے ایک روز وہ اپنی بے ساختہ جیجی دیانتی کی کوشش میں مصروف تھا کہ گلا گھنٹے لگا، ایک زیر دست جیجی بلند ہوئی، دل پھٹ کیا، اور جان کل کل گئی، رواہت ہے حضرت مولیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کر رہے تھے کہ ایک شخص انہوں کو وجود کرنے لگا، اس نے اپنے کپڑے پھاڑ لئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت مولیٰ علیہ السلام کو وہی بھیجی کہ اس شخص سے کہدا کہ میرے لئے اپنا دل گھوڑے کھوئے گرے، کپڑے نہ پھاڑ، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جسم کی روایاتی کے بجائے باطن کی روی اگلی مطلوب ہے۔ ابو القاسم صدر آبادی نے ابو عمرو ابن صیدیق سے کہا کہ میرے خیال میں فیضت سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ لوگ مجھ ہوں اور قولِ افسوس کچھ گا کر سناۓ، ابو عمرو نے جواب دیا کہ یہ حقیقت اسی وقت تک خوب ہے جب تک اس میں ریا کی آمیزش نہ ہو، ساع کے دوران اپنی وہ حالت ظاہر کرنا ہو موجود نہ ہو تکیا برس کی فیضت سے زیادہ مذموم ہے۔

ضبط کمال ہے : یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ الفضل کون ہے؟ وہ شخص جس کے ظاہر پر ساع مُورثہ نہ ہو، اور وہ ضبط کے جینما رہے یا وہ شخص جس کا ظاہر مُحاذہ نہ ہو؟ اسکا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات اثر اس لئے بھی ظاہر نہیں ہو تاکہ ساعت میں وجود کی کی ہوتی ہے اگر ایسا ہے تو ساعت کا نقش ہے اور بھی باطن میں بھرپور وجود ہوتا ہے، لیکن ساع کو ضبط اعضاء پر کمل تدریت ہوتی ہے اس لئے باطن کے وجود کا اثر ظاہری جسم پر نہیں ہوتا، یہ صفت کمال ہے، اور ان ہی لوگوں میں پالی جاتی ہے جو مسلسل وجود کی کیفیت میں ہوں، ساع سے ان کی کیفیت خیر ہوتی ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اعراب سے فرمایا تھا کہ ہم بھی پلے ایسے ہی تھے جیسے تم ہو، لیکن اب ہمارے دل جخت ہو گئے ہیں، غالباً اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اب ہمارے دلوں میں مسلسل وجود کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے، ہم ہر لمحہ ہر آن قرآن کریم کے محاذی نہتے رہتے ہیں، اور وجود کرتے رہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وجود کی قوت حرکت دینی ہے اور محل کی قوت شدید ہوتی ہے، اور بھی اس لئے کہ طرف مقابل میں ضعف ہوتا ہے، نقش و کمال کا ارادہ در ارضی دو قوتوں کی شدت و ضعف پر ہے اس لئے اگر تم کسی شخص کو نہیں پر تڑپے ہوئے اور لوٹ لگاتے ہوئے دیکھو تو یہ گمان مت کرو کہ اس شخص میں ہے حصہ و حرکت بیٹھے ہوئے شخص کے مقابلے میں وجود کی قوت نہادہ ہے، تمیں کیا معلوم کہ اس پر سکون انسان کے پیٹے میں کون ساطوفان انہوں رہا ہے؟ بہت سے ساکن اور بظاہر غیر مختار بوجوں میں وجود اپنی انتہائی بندھوں پر ہوتا ہے، لیکن ضبط کی قوت اسے ظاہر نہیں ہونے دیتی، چنانچہ حضرت چینہ بندادی پر ساع میں وجود کیا کرتے تھے، بعد میں پر سکون اور غیر متحرک رہنے لگے، کسی نے ان دونوں حالتوں کے سلسلے میں استھان کیا، جواب میں انہوں نے یہ آئندہ پڑھی۔

وَتَرَى الرِّجَالَ تَخْسِبُهَا جَائِمَةً وَهِيَ تَمَرُّ مَرَّ السَّحَابِ مُصْنَعُ اللَّهِ الَّذِي أَنْقَنَ كُلَّ

شی (پ ۲۰۲ آیت ۸۸)

اور (جن) پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے (اور) انہم خیال کر رہا ہے کہ یہ (اپنی) جگہ سے جبھیں نہ کریں گے) حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے الٹے پھریں گے۔ یہ خدا کام ہو گا، جس نے ہر چیز کو مضمون بنا رکھا ہے

ہے اور شراب اور معاذف کو حلال سمجھیں گے اور تندی نے سخن ابین سعید سے مردوماً رواجت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت پڑھ رکام کرنے لگے گی اس وقت اس پر بھائیں نازل ہوں گی، سخن ان کے گانے والی نوٹیوں اور معاذف کے توار کرنے کو بھی شار فرمایا اور براز اور مقدسی اور ابن مودی اور ابو فیض اور بیہقی نے روایت کیا کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آوازیں طعون ہیں دنیا اور آخرت میں ایک مزار کی آواز گانے کے وقت دوسرے چلانے کی آواز مصیبت کے وقت اور مثل اسکے بہت احادیث ہیں، شروع فعل سے یہاں تک ہے سب حدیثیں رسالہ ابطال دعویٰ سے نقل کی گئیں اور رحمت مددۃ میں قیس بن سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک میرے رب نے حرام فرمایا مجھ پر شراب اور قمار اور قنبیر یعنی حربہ طبورہ اور دھوک اور ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا انھوں نے دف حرام ہیں اور معاذف حرام ہے طبورہ اور دھوک حرام ہے اور مزار حرام ہیں رواجت کیا ان دنوں حد شوں کو بیہقی نے اور مکحواۃ میں بیہقی سے بروایت جائز نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ جاتا ہے غافق کو قلب میں جس طرح جاتا ہے پانی بھتی کو اور سن ابن ماجہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض لوگ شراب کا نام بدل کر اسکو بھائیں گے اور ان کے سروں پر معاذف اور گانے والیوں سے بھایا کوایا جائے گا اذن تعالیٰ انکو میں میں دھنادے گا اور ان کو بندرا اور خزری بخاد سے گا اور جامع تندی میں ہے کہ ارشاد فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں بھی خست اور سخی واقع ہو گا جب علی الاعلان ہو جاویں گانے والیاں اور معاذف اور مسند ابن البدیلیا میں مروی ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم اس امت سے آخر زمانہ میں بندرا اور خزری بخادے گی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل نہ ہوں گے آپ نے فرمایا کیوں نہ ہوں گے بلکہ صوم و صلوٰۃ و حج سب کچھ کرتے ہوں گے، کسی نے عرض کیا پھر اس سزا کی کیا وجہ آپ نے فرمایا کہ انھوں نے معاذف اور گانے والیوں کا مشکلہ اختیار کیا ہو گا اور مسند احمد میں مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک بھوک کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور بھوک کو حکم دیا ہے کہ مشاروں مزامیر اور معاذف اور ابن الدنیا اور بیہقی نے شعی سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداخت کرنے گانے والیوں پر اور جس کی خاطر گایا جائے اور خطیب بدوادی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا غذا سے اور اسکے سخنے سے، مکحواۃ کے بعد کی روایتیں رسالہ لصحت سے نقل کی گئیں ہر چند کہ بعض روایات پر مخفف کا حکم لگایا جاتا ہے ہمراول توبہ نہیں بہت سی صحابہ بھی ہیں پھر کثرت طرق بالاتفاق جائز ضعف ہو جاتا ہے۔

یہاں تک قولی روایتیں ہیں جن سے کلم کلام مانع معلوم ہوتی ہے، رہا حضرت شارع طیب السلام کا حصل سوہنہ کردہ عین جوان بواز قصہ مروی رہی رہت سوزو اور قصہ خناء جاریتین فی یوم القبر و قصہ نظر و قوت رجوع فرزدہ کو ایشات بدعا کے لئے پیش کرتے ہیں اور الہ ظاہر سرسری میں اسکو جواز کی دلیل بھی مان لیتے ہیں، ہمگران انصاف یہ ہے کہ ان روایات میں خناء نبوی نہ کوہے اور اس میں مکنگو ہو رہی ہے وہ صرف اس کا نام نہیں کہ کوئی شعر زدرا آواز بنا کر پڑھ دیا بلکہ خاص لغفات و تحریک صورت برہایت قواعد موسیقی کا نام ہے ان روایات میں اسکا کہیں نام دشمنان بھی نہیں البتہ حالت میں روایات فعل ہواز سامع متعارف کے لئے کس طرح کافی ہو سکتی ہیں، ہمارے اس دھوے کی تائید کے لئے صاحب عوارف کا ارشاد کافی جوہت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے م Howell ہے کہ آپ نے شعر نہ۔ یہ خلا کے مباح ہوئے پر دلالت نہیں کرتا کیوں کہ شعر ایک کلام منحوم کا نام ہے اور اسکا مقابل نظر کھلاتا ہے اگر مضمون اچھا ہے تو شربی اچھا ہے اگر وہ براء ہے تو یہ بھی براء ہے اور خلاف خاص لغفات اور الحان سے ہوتا ہے اور اگر کوئی منع انصاف سے کام لے اور غور کرے کہ الہ زانہ کس طرح جمع ہوتے ہیں اور گانے والا اپناؤف اور ہانسلی والا ہانسلی لے کر بیٹھتا ہے اور پھر دل میں سوچے کہ آیا اس وقت سے یہ جلسہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رویو ہوا ہے اور آیا ان حضرات نے بھی قول کو بلایا ہے اور اس کے سخنے کو حق ہو کر بیٹھے ہیں بالحضور الکار کراشے گا

قہم کہ ہرگز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت نہیں ہوتی اور اگر اس میں کوئی قضیت مقصود ہو تو یہ حضرات اسکو ہرگز نہ پھوٹتے آتے۔

یہ تواہادث صحیح سے استدلال کرنے کا ذکر تھا کہ گو حدیث سے ثابت ہے گر استدلال صحیح نہیں اور اس باب میں جو موضوع حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جیسے قصہ قیسم فرمائے چاہرے مبارک کا اگے تجوہ عین کی حاجت نہیں کیوں کہ خداون کا ثبوت نہیں چنانچہ قیسم رداء کے قصہ کو صاحب عوارف نے تصریح کا موضوع کہا ہے پس ہرگاه احادیث قوله سے ممانعت ثابت اور احادیث خطیہ سے جواز غیر ثابت اب جواز کا منصوص کہنا جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بھوزین اس پر اصرار کرتے ہیں کسی ملح صحیح نہیں پس اباد جس کے نزدیک ہوتی ہے ایسی حالت میں بعض لوگوں کی یہ فہریتی کہ مکرین جواز کو کافر کرنے ہیں کس قدر ہے اختیالی کی بات ہے اگر کسی کو رسالہ یو اوقت الامان فی محلہ میں حرم الصلوٰع یا اسکی مثل کسی تصنیف یا تحریر سے شہر پر اہو تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ انہوں نے صالح کے معنی عام لئے ہیں حتیٰ کہ نظم سادہ ترکو بھی شامل ہے اور غالباً ہر سے کہ اس میں کلام نہیں جیسا اور بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

"اسکے بعد حضرت تھانویؒ نے ساتویں فصل قائم کی ہے گو اس میں امام فراہیؒ کی ذکر، شرائط و موانع کا تفصیل جائزہ لایا ہے، اس فصل میں حضرت تھانویؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے ہمارے زمانے میں صالح کے تمام موانع موجود ہیں، اور تمام شرائط متفقہ ہیں، آخر میں انہوں نے صالح سے متعلق بعض ان شہادات کا جواب رکھا ہے جو زبان زد حرام ہیں۔"

بعض لوگ یہ شبہ کیا کرتے ہیں کہ یہ عمل بڑے بڑے اکابر سے متفق ہے پھر قیچی کیوں ہو سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات شرائط و آداب کی رعایت سے تباہے اس کو کون قیچی کرتا ہے اور اب وہ شرائط متفقہ ہیں اسلئے منع کیا جاتا ہے اپنے فصل کو ان کے فعل پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور اگر احیاناً کسی صاحب حال سے بلا احتیاج شرائط یا جمیع عام میں منتفقہ ہو تو سب اسکا غلبہ حال دیکھو دی ہے جس میں وہ متفقہ ہیں مگر وہ رسول کو اقتداء جائز نہیں اور اگر بلا احتیاج شرائط وہ دونوں قلیلے حال کسی سے منتفقہ ہو تو بعد صحت روایت جواب یہ ہے کہ اصول شرعیہ میں سے ہے کہ بخوبیہ القرون کے کسی کا فعل جلت نہیں اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم فعل سے احتیاج نہیں کرتے بلکہ ان کا قول اور لتوانی بھی ثابت ہے اور بہت سے رسائل اس باب میں لکھے گئے ہیں، چنانچہ آج کل ایک رسائل اربعہ فرج الامان و ابیطال و حموی الامان و یو اوقت الامان و رسالہ الی الرحم فی صالح شائع ہوا ہے جس میں قوتی جواز موجود ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول و ان صاحبوں نے اس زمانہ کے صالح کو مباح نہیں فرمایا جس میں بے شمار مکرات جن ہیں چنانچہ رسالہ الی الرحم میں تصریح ہے کہ کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یا اس غناہ میں ہے جس میں کوئی امر مکرہ ہو رہا ہو۔ وہ غناہ جس میں مکرات کا افتراق ہو جیسا اس زمانہ میں موجود ہے سو کلا و حاشا کہ وہ بھی اس کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں کر سکتے آؤ۔ اور جاہجا رسائل مذکورہ کی محدثین انشائے کلام میں جن میں ہمارے دعویٰ کی تائید موجود ہے لکل کر کچے ہیں اب ان سے صالح متعارف کے جواز پر استدلال کرنا ایسا ہے کہ کوئی شخص ملتی شرع سے روئی کے حلال ہونے کو سن کر فحسب و قلم کرنا شروع کر دے کہ مفتی صاحب نے روئی کو حلال کہا ہے یہ تو نہیں کہ حسب و قلم سے جو حاصل کیا ہے اسکو بھی حلال کہا ہے اور شرائط عوارض سے بھی قلع نظر کی جاوے تو غایہ مانی الہاب اقوال مذکورہ سے اتنا ثابت ہو گا کہ بعض کے نزدیک مباح بھی ہے اسکے ابادت تعلیم اجتماعیہ تو ابتداء ہوئی پس جس حالت میں بہت سے اکابر اولیا و متحببی فرمائے ہیں جس کا بھی ذکر آتا ہے تو اس کی ابادت تعلیم اجتماعیہ تو ابتداء ہوئی پس جس حالت میں بہت سے اکابر اولیا و متحببی فرمائے ہیں جس کا بھی ذکر آتا ہے تو اس کی ابادت حرمت میں تردد ہو گیا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایسے تردد کی پیغما بر کو ترک کرنا ضروری ہوتا ہے، اب ان اکابر کی ممانعت کے بعض قویی بطور نمونہ پیش کے جاتے ہیں، حضرت سیدنا غوث الحکیم رضی اللہ عنہ فیضۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ اگر حاضر ہوں اس میں کوئی گناہ کی بات جیسے طبلہ اور مزار اور حود اور پانشی اور رہاب اور معاذف اور طبیور وغیرہ تو اس جگہ نہ پیشے کیوں کہ یہ سب حرام ہیں اور تذكرة الادلیاء کے مختلف صفات میں یہ رواجتیں ہیں یہ رواجتیں ہیں، سعید ابن جیڑہ نے تن

بھی اور اسی طرح امام کے ارشاد سے کہ میں پھنس گیا تھا میں معلوم ہوا کہ کیوں کہ پھنسنا تو گندہ کی چین میں ہو اکرتا ہے یہ سب کتابیں معتبر نہ ہب ختنی کی ہیں جو تدوینِ مذہب امام ابو حنفہ کے لئے وضع ہوئی ہیں اور ان کا اتفاق ولیل کافی ہے اس پر کہ امام صاحب کا مذہب اس بارہ میں حکیم ہے۔

فصل ٹالٹ : اسکی تحقیق میں کہ بعض کتب میں جو امام ابو حنفہ سے جواز معمول ہے وہ جوت ہے یا نہیں ان دونوں بعض رساں کی شائع ہوئے ہیں جن میں امام صاحب کا مذہب بھی جواز کا لفظ کیا ہے، سو مصنفوں ان رسائل کے شافعی یا ماکل یا ختمی الیخ نکوا ہر سے ہیں اور علمائے حنفیہ کی لفظ کا حال فصل ٹالٹ میں معلوم ہو چکا سو تعارض کے وقت حسب قاعدہ سر الیخ بیت اور می بمانیہ علماء وغیرہ مذہب کی لفظ مرجوح و ناکافی ہو گی؛ جس طرح اگر ختنی دوسرے مذہب کا کوئی قول اس مذہب کے علماء کے خلاف لفظ کرے تو ختنی کا لفظ کرنا جوت نہ ہو گا، خود صاحب بدایا لے جلت ہو کہ امام مالک کی طرف نسبت کیا چکیں کہ ان کے علماء مذہب کی تصریح کے خلاف ہے اسلئے کسی نے بھی اقتدار نہیں کیا۔

فصل رابع : اسکی تحقیق میں کہ آیا ختل کو مسئلہ صالح یا کسی دوسرے ایسے ہی مسئلہ میں اپنے امام کے خلاف عمل کرنا بالا ضرورت جائز ہے یا نہیں، کتب اصول و فقہ میں وہ وجوب تقلید شخصی پر دلالت قائم ہو چکے ہیں اور مقلدین کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمات اور انہیں پیر مسلمات سے ہے اس لئے بالا اضطرار شدید دوسرے مذہب کا اختیار کرنا صریح شعبہ غیر مقلدی کا ہے بالخصوص ختنی کے لئے ایسے چیلے ڈھونڈنا سخت ضعف دین کی دلیل ہے۔

فصل خامس : اس تحقیق میں کہ اگر دوسرے عین امام کا قول لے لیا جاوے تو آیا مطلق صالح کی اجازت دی ہے یا سچے آلات یا پھر کون سے آلات امام فرمائی ہو شافعی مذہب ہیں احیاء العلوم میں مزا میر و اوتار جس میں ستار و فیرو بھی داخل ہے اور مطبل کو جو ذمہ دک کو بھی شامل ہے ان سب کو حرام فرماتے ہیں اور ووف کی نسبت صاحب عوارف کہ وہ بھی شافعی ہیں فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام شافعی کے مذہب میں اس کی مخالفت نہ ہے تاہم ترک کرنا بہتر ہے اور احتیاط پر عمل کرنا اور اختلاف سے پچھا ٹوپ ہے آہ اور رسالہ ابطال میں حرمت آلات کا جھوکر کا مذہب قرار دیا ہے اور بوارق میں مزار کو حرام لکھا ہے اور مصنف ان دونوں رسالوں کے ختمی و شافعی ہیں اور ختنی کا مذہب تو فصل ٹالٹ میں معلوم ہوئی چکا ہے۔

فصل سادس : اسکے بیان میں کہ درصورتِ اپاہت صالح آیا اس کی بحث قیاسی ہے یا حضرت شارع ﷺ کے قول دلیل ہے

سو اقوال سے ظاہراً مباحثت ہی معلوم ہوتی ہے، پچھا پچھے تلفی اور ابن ماجہ نے ابوقاہدؓ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا گائے والی لوڑیوں کے پیچھے اور خرید لے سے اور ان کی کلائی اور محنت کھانے سے اور طبرانی نے برائیت عزز لفظ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے والی لوڑی کی قیمت حرام ہے، اور اس کا گاہ حرام ہے، اور تباہی نے ابوجہرؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ گائے والی لوڑیوں کو نہ پھر اور نہ خرید اور نہ انکو اسکی تعلیم دو اور ان کی تجارت میں خیر ہے، اور اسکے دام حرام ہیں اور ابن ابی الدنیا اور طبرانی اور ابن مژدؓ نے ابوقاہدؓ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا کہ نہیں بلکہ کیا کسی شخص نے اپنی آواز کو گائے میں مگر مسلط فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطاں کو کہ سوار ہوتے ہیں وہ اسکے کندھوں پر بھراں کے سینے پر لاشیں مارتے ہیں جب تک وہ خاموش نہ ہو جاوے اور ابن ابی الدنیا نے ذم طابی میں اور تباہی نے مسن میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہ برساتا ہے قلب میں شاق کو جس طرح برمھاتا ہے پانی ترکاری کو اور بہت احادیث مروی ہیں، یہ تو مطلق صالح کے باب میں روایات نقل کی گئیں، اور خصوصی معاذف اور مزا میر کے باب میں بھی یہ اکثر دلالت حرمت کے واروں ہیں امام تخاری نے روایت کیا کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں اپنے لوگ ہونے والے ہیں جو خدا اور حرب

(عاشرہ مسلسل) تو امام ابو حنیفہ جن کی ہم تقلید کرتے ہیں، آیا ان کے مذہب میں بھی جائز ہے اور اگر کسی نے ان سے بھی جواز لقیل کیا ہو تو وہ ناقل علامہ ذہب خلقی سے ہے یا نہیں، پھر شیخ ٹالی پر یہ ناقل علامہ حنیفہ کی لقیل کی محارض تو نہیں اور در صورت تعارض کس کی لقیل کو ترجیح دلکشیم ہے اور در صورت عدم جواز ذہب خلقی آیا خلقی کو وہ سرے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے یا اپنے امام کے قول کو لیتا چاہیے اور اگر وہ سرے امام کے قول کو لے کر مباح کما جاوے تو آیا وہ مطلق مباح ہے یا مباح آلات ہے، اور اگر مع آلات ہے آیا لقیل آلات جائز ہیں یا بعض اور جو کچھ بھی ہو آیا اباحت اسکی قیاسی ہے یا قول و فعل شارع طیہ العلامة والسلام سے منعوں ہے اور ہر حال میں اسکی اباحت کے لئے کچھ شرائط و موانع بھی ہیں یا نہیں، اور ہمارے زمانے کی مجالس مباح میں آیا وہ شرائط بھیجت اور موانع مرتفع ہیں یا نہیں اور اگر کسی شخص یا کسی جماعت کے حق میں بوجہ اجتماع شرائط و ارتقاء موانع الیت کا حکم کر کے مباح بھی قرار دیتا جاوے، لیکن احتکال ہو کہ اس کے سنتے سے وہ سرے شخص کو جواس کا اہل غمیں ضرر ہو گا تو اس صورت میں اس اہل کو انتخاب لازم ہے یا نہیں اور اگر نہ اسکو ضرر ہونہ اس کی وجہ سے وہ رسول کو تب بھی بوجہ جب اہل بدعت کے اس کا ترک ضروری ہے یا نہیں اور اگر کسی شبہ کا بھی شہر نہ ہو تب بھی اختلاف علماء سے بخچتے کی نیت سے یکموقنی اولی ہے یا نہیں، یہ دس مقصود پھر مجموعی وس فضلوں میں لکھ کر خاتمه پر کتاب کو ختم کر دیں گے۔ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا تَحْمِلُ وَمَنْهُ الْأَبْدَاءُ

وَالْيَةُ الْأَنْتَاجُ.

فصل اول : اسکی تحقیق کہ ائمہ مجتهدین میں سے آیا مباح کما ہے، امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ قاضی ابوالیسہ طبری نے امام شافعی و امام مالک و امام ابو حنیفہ و امام سنیان اور ایک جماعت علماء سے ایسے الفاظ لقیل کے ہیں جن سے استدلال ہوتا ہے کہ ان سب حضرات کی رائے اس کے تحریم کی ہے آہ اور عوارف المعرف میں ہے کہ امام شافعی سے متعقول ہے کہ وہ ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کو زندگیوں نے وضع کیا ہے تاکہ قرآن مجید میں دل نہ لکھنے دیں اور امام مالک کے نزدیک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص لوطی غریدے اور وہ گانے والی لکھنے تو اس محب کی وجہ سے اس کو اپس کر سکتا ہے، اور کسی نہ ہب تمام اہل مسیح کا ہے اور اسی طرح نہ ہب ہے امام ابو حنیفہ کا، اور رائج سننا گناہوں سے ہے۔ آہ۔

فصل ثالثی : اسکی تحقیق میں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مباح کا کیا حکم ہے، وہ عمار میں ہے کہ اس شخص کی بھی کو ای متبول نہیں جو بمعجم میں کاتا ہو کیوں کہ وہ شخص لوگوں کو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے، ہامی خان میں ہے کہ اصل میں مذکور ہے کہ گانے والے کی گواہی متبول نہیں جواس کا اعلان کرتا ہے اور لوگوں کو جمع کرتا ہے، کیوں کہ وہ شخص علی الاعلان معصیت کرتا ہے، وہ عمار میں حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ آواز لمبا اور گانے کی جماتی ہے نفاق کو قلب میں، جس مطرح پانی گھاس کو جانا ہے، پرسالہ نیست میں بہبود سے لقیل کیا ہے ملائی کا سنا اور گاہ سب حرام ہے، اور حیط سے لکھا ہے کہ گانا اور تلیاں بجانا اور ان جیزوں کا سنا سب حرام ہے، اور نمایہ سے لیا ہے کہ گانا اور تلیاں بجانا اور ظہورہ اور برباد لورڈ (مراد اس سے یا تو وہ دف ہے جس میں جلا جل ہو یا بطور لمو و مشظہ کے ہو) ایک رد ابہت اس کی حرمت کی ہو (۲۳) اور جو اسکے مشابہ ہو حرام ہے، اور رسالہ نہ کو زوہ میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کا لتوانی محقق ہے اس میں لکھا ہے کہ مضرات میں ہے جس شخص نے کہ مباح کیا گناہ کو وہ فاسق ہو گا القیار میں ہے کہ تحقیق غنا گناہ کبیرہ ہے عمادیہ میں ہے تھنی حرام ہے، تamar غانیہ میں امام طواني کا قول نہایت شدید لقیل کیا ہے یہاں تک کہ محقق تمار رسالہ نہ کور سے ہنکایہ حاشیہ بدایہ میں مستحبہ ناقل کیا ہے کہ فناسب دنیوں میں حرام ہے، پس زیادات میں کیا ہے کہ جب و میت کرے کوئی شخص ایسے امر کی جو گناہ ہو ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور ذکر کیا منحل ایسے امور کے گانے والے اور گانے والیوں کیلئے و میت کرنے کو اور ظییر الدین مرغینانی سے محقق ہے کہ جو شخص ہمارے زمانے کی قرأت پڑھنے والے کی قرأت سن کر کے خوب پڑھا رہا کافر ہو جاتا ہے اور مرادیہ ہے کہ جو غذا سے قرآن پڑھے بدایہ میں جملہ دعوت کے موقع پر غذا پائے جانے کا حال لکھا ہے مرقوم ہے کہ اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ کل طالی حرام ہیں حتیٰ کہ لکڑی بجا کر گانا

ہوتا ہے فرمایا : وجد کی صحت یہ ہے کہ ماضین کے دل اسے قبول کریں بشرطیکہ انہم شرب ہوں۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ رقص باطل ہے، لہو لعب ہے اور خلاف شرع امر ہے، لیکن وجہ ہے کہ وہی مزاج رکھنے والے اس طرح کی اچھیں کو پسند نہیں کرتے، اس کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ سرکار دو عالم علی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کلی شخص قبح شریعت، اور محبوبین نہیں ہو سکتا، اس کے باوجود آپ نے جیشیوں کا رقص ملاحتہ کیا اور کوئی تکمیر نہیں فرمائی، لیکن آپ کا یہ فعل رقص کی ایاحت کا ثبوت نہیں ہے، دین پسند لوگوں کو رقص سے نفرت اسلئے نہیں کرو، حرام ہے، بلکہ ان کے تغیری وجہ یہ ہے کہ عام طور پر رقص میں لہو لعب شامل ہو جاتا ہے جو اگرچہ مباح ہے لیکن صرف ایسے لوگوں کے لئے ہے جسی اور زیگی ہیں، باوقار اور صاحب منصب آدمی کے حق میں رقص مکروہ ہے کیونکہ یہ اسکی شان کے مطابق نہیں ہے، کوئی چیز عرض اسلئے حرام نہیں کسی جاگتنی کردہ کوہ کسی وجہ سے بعض لوگوں کے لائق نہیں ہے، یہ فرق ایک ایک مثال سے کہئے، ایک فقیر کسی عام آدمی کے سامنے دست سوال دراز کرتا ہے اور وہ اسے ایک بعلی بنا چکے دے رہا ہے، اس کا یہ عمل لائق نہیں ہے کہ اس نے فقیر کے ساتھ بھلائی کی اور اسے کھانا دیا، لیکن فقیر بادشاہ وقت سے کچھ ماتھا ہے، بادشاہ بھی عام لوگوں کی طرح اسے بعلی دے کر چلا کر دیتا ہے، اس بادشاہ کو سب لوگ برا کیں گے، تاریخ میں بھی اسکی بھوی پر بہت کچھ لکھا جائے گا، آئندہ والی نسلوں کو یہ طعنہ دیا جاتا رہے گا کہ اسکے آباء و اجداد دوست کی فراوانی اور منصب کی رفتہ کے باوجود سائل کو ایک بعلی کھلاڑی کرتے تھے، غور کچھ بھی یہاں بادشاہ کا یہ فعل کہ اس نے فقیر کو بعلی فی نفس برائے ہے، ہرگز نہیں، لیکن اسے برائے لئے کما آگیا کہ ایک بعلی بنا اسکی شان کے خلاف تھا، رقص اور دوسرا امور کا یہی حال ہے، عام لوگوں کے حق میں یہ سب امور مباح ہیں، لیکن یہکہ بندوں کے شایان شان نہیں ہیں، حسنهات الابرار سیاست المقربین کا مطلب بھی یہی ہے۔

خلاصہ کلام : ساع کے متعلق اب تک جو کچھ تکھلوکی گئی اس کا حصل یہ ہے کہ ساع حرام بھی ہے، کمروں بھی اور مباح بھی۔ حرام ان توجہوں کے لئے جن پر دنیاوی شوت غالب ہے، ساع سے اگری شوت ابھری ہے، اور وہ لوگ اشعار کو اپنی محبوب صورتوں پر منتبط کرتے ہیں، کمروں ان لوگوں کے حق میں جن کی شوت محرک نہیں ہوتی اور نہ وہ مغلوق پر ان اشعار کا اعماق کرتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا مقصد ساع اور اصلاح نہیں ہے بلکہ لہو لعب ہے، مباح ان لوگوں کے حق میں ہے جو خوب صورت آواز اور سونزوں دیا ممکن کلام سے لفٹ اٹھاتے کے لئے ساع نہیں ہیں اور مستحب ان لوگوں کے لئے جن پر حب الہی کا غلبہ ہے، اور ساع سے اس محبت کو مزید ترقی ہوتی ہے۔ (۱) والحمد لله الموحد والصلوة والسلام على محمد وآله۔

(۱) ساع کی بحث تمام ہوئی، ہم اپنے قارئین سے گزارش کریں گے کہ وہ اس بحث کے مطابق کے بعد حضرت حسین الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے رسالہ "حق ال ساع" کا مطالعہ کریں۔ ذیل میں ہم اس رسالے کے بعض ضروری مباحثہ پیش کر رہے ہیں۔ اس نامہ میں دیکھا جاتا ہے کہ ہر جمار طرف قوامی کانڈو رہے اور مجلس سالع کا شور ہے، نہ اس کے آداب پر نظر رہے اور وہ اسکے شرائط و موانع کی خبر ہے، ہر آدمی اجتناد کا دم بھر رہا ہے اور مختین سے چھینا کر رہا ہے، کوئی بزرگان جیشیں کے فعل کو سنبھالتا ہے کوئی رسالے اور اشتہار دکھاتا ہے، اسی طرح طرف نامی میں کسی کو اولیاء اللہ پر انکار ہے اور علی الاطلاق اس عمل کی حرمت پر اصرار ہے۔ کسی کو یہ تماشے اختلاف دیکھ کر جعلی ہے اور ناقیت شناختی سے بیشتر ہے۔ اسٹئے اس نامہ کے حسبہ اللہ و اظہار الحق چاہا کہ چند مکھر فصول اس مسئلہ کے متعلق لکھے اور اس نام کے مسلم الشیوں اگر کے اشارات میں پیش کرے آگر حق کا ایضاً جو جاوے اور ایل غلط اور ظوکی اصلاح ہو۔

وَمَا عَلِيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ وَلَنْ يَكُنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْ يَضْلِلُ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمَهْتَدِينَ
تمہید : جاننا ہا ہے کہ اول تو اس میں کلام ہے کہ اگر اربد میں سے کسی نے ساع کو جائز رکھا ہے، اور اگر کسی کے نزدیک جائز ہے

جس طرح قبض ایک ضرورت ہے اسی طرح یوں بھی ضرورت ہے، کسی مقدمہ کے لئے کیڑا چاہرے نے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے خانع کر دیا گیا، ان گللوں کو اس خیال سے مخلوقین و صدیقین میں تقسیم کرنا کہ یہ خبر سب کو مخفی جائے مبالغ اور مقصود ہے، اسلئے کہ بالکل کو اقتیار ہے کہ وہ اپنے قہان کے سو گلڑے کر کے سو فتحیوں میں تقسیم کرے، لیکن بہتر ہے کہ وہ گلڑے اتنے بڑے ضرور ہوں جن سے کوئی نفع اٹھایا جاسکے، ملاع میں کپڑے چاہرے سے منبع کرنے کو وجہ ہے کہ اس طرح کیڑا اخراج جاتا ہے، اور کسی کام کا نہیں رہتا، اپنی لکف کو اقتیار کے ساتھ خالع کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس اگر غیر اقتیاری طور پر ایسا ہو جائے جیسا کہ عموماً ہوتا رہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

یادجوں ادب : حالت قیام میں قوم کی موافقت : اس ادب کا معاصل یہ ہے کہ اگر کوئی حق الحال شخص، کسی روا، تلف اور صنع کے بغیر عام و جد میں کمرا ہو جائے، یا وہ وجد کے بغیر ہی اقتداری طور پر قیام کرے، اور لوگ اس کی خاطر کڑے ہو جائیں تو خود بھی کمرا ہو جانا ہا ہے، اسلئے کہ یاران مجلس کی موافقت ہم سنت کے آداب میں سے ہے، صوفیاء کے بعض طبعوں میں یہ روایت بھی ہے کہ صالح کے دوران کوئی شخص وجد میں آجائے اور اس کا عذاب گرپڑے تو حاضرین اسکی احتجاج میں اپنے اپنے ملائے اثار کر رکھ دیتے ہیں، معاشرت کے آداب کا تناقض یہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں یہ صورت پیش آئے تو قوم کی موافقت کرنے میں تلف سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے، رفقاء کے طریقے کی خلافت موجب وحشت ہے، ہر قوم کا لگ دستور ہے، جس قوم کے پاس جاؤ اس کے دستور کا احراام کرو، ارشاد نبوی ہے:-

خالقو الناس بـ اخلاقـ قـهـم (حاکم ابوذر)

لوگوں سے ان کی عادات کے مطابق طوب۔

رفقاء کے طور طریقوں کی احتجاج اس صورت میں اور بھی ضروری ہو جاتی ہے کہ وہ تمہاری موافقت سے خوش ہوں یہ کتنا صحیح نہیں ہے کہ قوم کی موافقت میں قائم کرنا بہت ہے، ہو لوگ قیام کو بہت کرتے ہیں ان کی ریلی یہ ہے کہ اس طرح کا قیام صحابہ سے محتقول نہیں ہے، ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہر مبلغ امر صحابہ کرام سے محتقول ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے، پھر وہ تمام مباحثات ترک کیوں نہیں کئے جاتے ہو صحابہ کرام سے محتقول نہیں ہیں، اس سے مظلوم ہو اکہ صحابہ سے کسی امر کا محتقول نہ ہو بہت کی دلیل نہیں ہے، مندرجہ بہت وہ ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو، اور اس سلطے میں ممانعت کا کوئی حکم وارد نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ مردوں میں آئے والے کے لئے کھڑے ہونے کا رواج نہیں تھا، خود صحابہ بھی بعض حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انسؑ کی روایت میں ہے (یہ روایت کتاب الاخلاق و ادب میں مذکور ہے)، لیکن کیوں کہ قیام کے سلطے میں عام ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہے اس لئے اگر کسی ملاعے میں آئے والے کا اعلان کھڑے ہو کر کیا جاتا ہو تو ہم اس ملاعے میں والے کے باشندوں کے طریقے پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اسلئے کہ اس طرح کھڑے ہونے میں آئے والے کا احراام ہے، جس سے اسے ولی سرت ماحصل ہوتی ہے، یعنی حکم ان طریقوں کا ہے ہو عرف عام میں خوش کرنے کا ذریعہ بن گئے ہوں، ان میں موافقت کرنی ہا ہے محسن معاشرت کا یہی تناش ہے، البتہ اس طریقے میں موافقت کرنا جائز نہیں، جس کی ممانعت کتاب و سنت سے ہابت ہو، اور اس حکم میں کسی تاویل کی ممکنائش نہ ہو۔

ملائے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اگر اس کے رقص کرنے سے لوگ گرائی محسوس کریں تو رقص میں ان کی موافقت نہ کرے، اور ان کے احوال میں انتشار پیدا نہ کرے، اگرچہ تجید و جد کے رقص کرنا جائز ہے لیکن تو احمد کیوں کہ تلف سے غالی نہیں ہوتا اس لئے بعض بیعتیں کسی کو مصنوعی رقص کرتے ہوئے دیکھ کر کندھ رہو سکتی ہیں، قیام سے نہ وہ لوگ تشویش میں پڑتے ہیں اور نہ ان کے حال میں کوئی انتہی بھیتی ہے، اسلئے قیام میں موافقت میں ادب ہے، رقص میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ قرآن سے ان کی رضامندی کا علم ہو جائے، اہل ہاطن معاشرین مجلس صدق و تلف کا سیمار ہیں، چنانچہ ایک صرف سے پوچھا گیا کہ وجد کب صحیح

مزاج افراہیہ مل سکے، چنانچہ کسی بزرگ سے درافت کیا گیا کہ ملائیں کیوں نہیں سخت، ہواب دیا کس سے سنوں اور کس سے کے ساتھ سنوں۔

چوتھا ادب : یہ ہے کہ اگر ضبط نفس پر قادر ہو تو میاج کے دوران نہ کرنا ہو، اور بند آواز سے روئے البتہ اگر رقص کرے، اور ایسی صورت پہنالے جیسے روہا ہو اس میں کوئی مضاائقہ نہیں ہے بشرطیکہ دیبا کا جذبہ کار فرمائے ہو، روئی صورت بناتا ہوں کی طامت ہے، اور رقص سے سرو و نشاط کو تحریک لیتی ہے، شریعت نے میاج سور کو تحریک دینے سے منع نہیں کیا، اگر رقص حرام ہوتا تو حضرت عائشہؓ سرکار دو عالم ملی اللہ علیہ وسلم کیسا تھا ان جیشیں کا تابع نہ دیکھتیں جو مسجد میں تماشا دکھلارہے تھے، بہت سے صحابہ سے بھی خوشی کے وقت اچھلا محتول ہے، جیسا کہ حضرت حمزہؓ کی وفات کے بعد ان کی صاحبزادی کی تربیت اور پورش کے سلسلے میں حضرت علیؓ ان کے بھائی جعفر اور زیدہ این حارثہ کے ماہین اختلاف پیدا ہوا، یہ تینوں حضرات لڑکی پر اپنا حق ٹاہت کر رہے تھے، آنحضرت ملی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں یہ سن کر حضرت علیؓ اچھلنے لگے، حضرت جعفر سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت کے مشاپہ ہو، حضرت جعفر بھی یہ سن کر خوب اچھے اور خوشی کا انعام کیا، حضرت زید این حارثہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی ہو اور مولیٰ ہو، این حارثہ بن جعفر سے بھی زیادہ اچھے، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لڑکی جعفر کے پاس رہے گی جیسے کہ اسکی خالہ جعفر کے گھر میں ہے، اور خالہ ماں کے رہا ہے بھوتی ہے (ابوداؤد - علیؓ)، حاصل یہ ہے کہ خوشی کے موقع پر رقص کرنا اور اچھلا کو دنیا صحابہ سے بھی ٹاہت سے ہے، میوں کو رقص کا سبب خوشی ہے، اس لئے اسکا حکم بھی خوشی کے حکم جیسا ہے، اگر خوشی اچھی ہے اور رقص سے اس میں زیادتی و تاکید کا امکان ہے تو رقص بھی اچھا ہے، خوشی میاج ہے تو رقص بھی میاج ہے خوشی ناجائز ہے تو اسکے انعام کے لئے رقص بھی ناجائز ہے۔

اکابر رقص نہ کریں : تمام اکابرین امت، اور پیشوایان دین اسلام کی حرکتیں نہ کریں، کیونکہ رقص عمداً لمحہ لمحہ کے طور پر کیا جاتا ہے، اکابر کو گارا در دلوں پر اپنی تربیت اور دیدہ کا تم رکھنے کے لئے ان تمام امور سے احتساب کرنا چاہیے جو لمحہ لمحہ کے طور پر کامیاب ہے اور ان کا وقار اور ان کی تربیت دین کی توجیت ہے۔

پندرے بھاڑنا : کپڑے بھاڑنے کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر کوئی شخص میاج کے وقت اپنے اختیار میں نہ رہے اور وہ اس قدر غالب آجائے کہ وہ کپڑے بھاڑ بیٹھنے والے ملامت نہیں کی جائیگی اسلئے کہ وہ غلبہ بوجد کی وجہ سے اتنا ہو شد اور بے خود تھا کہ اسے اپنے کسی فعل کا علم نہیں بہا تھا، یادہ جانتا تھا لیکن ضبط پر قادر نہیں تھا، یہ ایسا ہے جیسے مختار اپنے ارادے کے باوجود شخص زندگی کی بھاڑ کے لئے وہ کام کرنے پر مجبور ہے جو اس سے کرایا جائے کپڑے بھاڑنے کے لئے اس کا اضطرار ایسا ہی ہے جیسے آہ بھرنے کے لئے مریض کا اضطرار اگر کوئی شخص مریض کو تکلیف کی شدت کے باوجود آہ نہ بھرنے پر مجبور کرے کیا وہ مجرکر کے گا؟ ہرگز نہیں، آہ بھرننا اگرچہ اختیاری فعل ہے، مگر وہ اختیار سے کام نہ لینے پر مجبور ہے، یہ ضروری نہیں کہ انسان کو کسی چیز کے ترک اور فعل کا اختیار بیک وقت حاصل ہو، ممکن ہے کام اپنے ہیں جیسکی انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے، لیکن وہ ان کے ترک پر قادر نہیں، خلا سالیں لہما، انسان کے اختیار میں ہے، لیکن اگر اس سے یہ کام جائے کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے سالیں موک لے گیا، ایسا کر کے گا کیسی حال پیغام نہیں پہلانے اور بولنے کا ہے کہ آدمی اپنے کسی اندرونی جذبے سے مجبور ہے، وہ اختیار کے باوجود ترک پر قادر نہیں ہے۔ سری سقونیؓ کے سامنے وجہ کی شدت اور غلبہ کا تذکرہ کیا گیا، فرمایا شدت وجہ اور غلبہ خال کا مطلب یہ ہے کہ سامنے نکوار لے رائیے اور اس کا چروز خی کروے، لیکن اسے تکلیف کا احساس نہ ہو۔

خرق تقسیم کرنا : بعض مصنفوں کا یہ ملحوظہ رہا ہے کہ وہ وجہ میاج سے فراغت کے بعد نئے کپڑے بھاڑ دیتے ہیں، اور انہیں لکھ کر کے مغلیقین و مردوں میں تقسیم کر دیتے ہیں، ایسا کرنا میاج ہے بشرطیکہ وہ لکھ کر اس طرح بھاڑے کے ہوں کہ ان سے جائے نمانوں، اور پستے کے کپڑوں میں بیویوں کا لگایا جائے، اسلئے کہ قوان بھی تیس دفعہ ویوں پستے کے لئے بھاڑا جاتا ہے،

محیتوں میں سے ایک یہ فرمائی کہ اپنے کان کو زگ بجھوں سے بچانا اور جو تکال ہوا سلسلے کے مذاہیر آفت سے خالی نہیں اور آخر الامر اپنی خبافت پیدا کرتا ہے، ابو سعید خرازی نے قریباً کہ میں نے دشیں میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے ہوئے تشریف لاتے ہیں اور میں بھائے خود اگلی سینہ پر بجا تاہوں اور شعر درستا ہوں، آنحضرت مکی اللہ علیہ وسلم فرمائے گئے کہ اسکی بدی نسلی سے نزاہہ ہے یعنی مسامع نہ کرنا چاہیے۔

ایک شب یہ ہوتا ہے کہ فلاں و دیش کو ایسا حال آیا کہ چوت گنگے کی بھی خبر نہیں ہوئی اگر یہ عمل باطل ہوتا تو یہ تاثیر کیوں ہوتی۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بے خودی کے اساب مختلف ہیں، بھی غلبہ دوق باطن سے ہوتی ہے، بھی شدت سُرور سے بھی فرط غم سے بھی جنون سے بھی کسی نشہ دار چیز کے کھانے سے بھی، بیجان نفس سے بھی کثرت تغیرت سے بھی نشاط طبعی سے۔ جس طرح ساتھ میں کی آواز سے مست ہو جاتا ہے وغیرہ ذکر اور خاہر ہے کہ بعض ان اساب میں محدود ہیں اور بعض معموم تو مطلق کسی شخص کو نہ کاہر و مکعاہدہ لوٹ پوٹ ہو گیا اگر یہ عمل مقبول نہ ہوتا تو اس میں ایسا اثر نہ ہوتا اسکا جواب بھی ظاہر ہے جیسا خود بخود ہو جاتا دلیل خانیت کی نہیں، چنانچہ ابھی مذکور ہوا اسی طرح دوسرے کو بے خود کرنا بھی دلیل مقبولیت کی نہیں ہو سکتی اصل یہ ہے کہ اپنے تفرقہات ثمرات ریاضت سے ہیں خواہ وہ ریاضت حق ہو یا باطل اکثر ساحر اور جوگی بڑے بڑے کرشے دکھلاتے ہیں اسکو ولایت سے کوئی علاقہ نہیں البتہ اگر اپنے خوارق اجتماع سنت کے ساتھ ہوں تو وہ کرامت اور علامت ولایت ہیں ورنہ محض استدراج ہیں ایک شب یہ ہوتا ہے کہ خیر ہم میں وہ شرائط جن سے مسامع جائز ہوتا ہے نہ سی لیکن ان حضرات کی صورت بنانے اور نقل کرنے میں بھی بڑی برکت اور انوار ہیں اسے ہم تقدیم اس فعل کو کرتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ بزرگوں کی صورت و وضع بنانا پلاشبہ نہایت خوبی کی بات ہے مگریں اس امر میں ہے جس میں کسی طرح کا خطرو اور ضرر نہ ہو بلکہ وہ خیر محض ہو یا قاعدہ اسکے لئے ہے کہ اگر اس درجہ کا خلوص و نفع و شرک کسی میں نہ ہوتا ہم صورت بنانا بھی موجب برکت ہے جس طرح نوافل پڑھنا اور ادو و وظائف پڑھنا ان کا لیاں پہننا اس کا ساکلام کرنا ان کی طرح چلتا پھرنا وغیرہ ذکر اور جو امر غلط ہاں ہو اور اس کے ارتکاب کی بستی شر میں مقرر ہوں اس کے لئے یہ قاعدہ نہیں حضرت مولانا الحکیمی تقدیم کی نسبت فرماتے ہیں۔

اور اگر زہری خورد شدے ہو تو اگر شدے خوری زہری ہو دے ○ ای مری کرہہ پیادہ پاسوار ○ سرخواہی ہدائقوں پائیے اور اس قسم کے اور بھی ضعیف ضعیف شہمات ہیں جن کا جواب بعد تحقیق اصول مذکورہ کے ہر شخص بخوبی نکال سکتا ہے حاجت بیان نہیں، اب تحریر ہڈا کو اس دمیت پر قائم کیا جاتا ہے کہ طالب حق پر لازم ہے کہ ہر امر میں طریق سلامتی و احتیاط کو احتیاط کرے اور طریق احتیاط اس امر میں یہ ہے کہ نفس مسامع کو مختلف فیہ سمجھے اور اس میں جو خرابیاں مل گئی ہیں ان میں جن کی برائی دلیل قطعی سے ثابت ہے ان کو حرام قطعی اور جن کی برائی دلیل قطعی سے ثابت ہے ان کو حرام قطعی جانے اور خداوس عمل سے حتی الامکان پیچا رہے اور جس کو جلا دیکھے اگر وہ شخص آواب و شرائط کی رعایت رکھتا ہے جس سے نہ اسکو ضرر ہوتا ہے نہ اس کی وجہ سے دوسرے ایسے شخص سے تعرض نہ کرے اور اگر آواب و شرائط کا لحاظ نہیں رکھتا تو اس فعل بیشتر کذایی پر تو انکار کرتا رہے مگر قابل پر طی الاعلان طعن و لعن اور اسکی تخصیج و تشویج نہ کرے کہ مورث تقدیر و موجب عدالت ہے اور نیز ممکن ہے کہ اس کو کوئی مذر غنی ہو یا کسی تاریخ سے اسکا ارتکاب کرتا ہو یا غلط قسمی اسکا باعث ہو اور ان حالتوں میں تشدد بنا نہیں البتہ خلوت میں نزی سے اگر اسکو غماٹش ممکن ہو تو دربغ نہ کرے جب تک امید قول ہاتی ہو اور جب نامیدی ہو جائے کہ یہ نہ مانے گا تو اس سے تعرض چھوڑ دے اور اس کی اصلاح بدایت گئے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا رہے اور اس کی بڑی احتیاط رکھے کہ جن حضرات میں ظاہراً آثار مقبولیت اور بزرگی کے پائے جاویں اور اکثر اعمال میں شریعت کے پابند ہوں یوجہ غلط قسمی یا تاویل ضعیف یا غلطی حال یا غلطی بتوی مفتی کے ان سے کوئی لغوش صادر ہوتی ہو ان کی شان میں کسی قسم کی بذنبالی یا بدگمانی نہ ہو وے کہ اس کا وہاں ازبس قیمت ہے حتی کہ عدالت اولیاء احیاناً موجب سب ایمان ہو جاتی ہے، عیاز اہل اللہ تعالیٰ من۔

اس آہت سے انہوں نے اپنے قلب کی حالت بتائی کہ وہ بھی ملکوت کے مشاہدہ میں مصروف ہے 'اے فرمت کمال کہ وہ ایک جگہ نصرے، لیکن جواہر با ادب، رُسکون اور غیر محترک ہیں۔ ابوالحسن محمد ابن احمد کہتے ہیں کہ میں بھرے میں سل اہن عبداللہ تسلی کے پاس سانحہ سال تک تعمیم رہا، وہ ذکر بھی کرتے، قرآن کی حلاوت بھی کرتے، لیکن میں نے بھی نہیں دیکھا کہ ذکر کیا قرآن کی کسی آہت پر اگلی حالت میں کوئی تغیر ہوا ہو' البت آخر مریم پر اس طرح کے چھ واقعات ہوئے چنانچہ ایک بار کسی نے اگلے ساتھ یہ آہت پڑھی۔ **فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنَكُمْ فِدْيَةٌ** (پ ۲۷۲ ر ۱۸ آہت ۱۴)

غرض آج تم سے کوئی معلوم نہیں لیا جائے گا۔

میں نے دیکھا کہ وہ یہ آہت من کر لڑنے لگے، قلب تھا کہ زمین پر گرد جائیں، جب اگلی حالت معمول پر آئی تو میں نے عرض کیا کہ آج سے پہلے بھی آپ کی یہ حالت نہیں ہوئی، فرمایا : اب ہم ضعیف ہو گئے ہیں، اسی طرح ایک مرجبہ انہوں نے یہ آہت سنی۔ **الْمُلْكُ يَبْدُو مَنِيدًا لِّحَقْرٍ لِّلرَّحْمَنِ** (پ ۲۷۳ ر ۱۹ آہت ۱۴)

اور اس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمن (ع) کی ہوگی۔

اور مارے خوف کے مجھل کی طرح ترپنے لگے، این سالم ترپنے اسکی وجہ دریافت کی، کتنے لگے کہ اب میں ضعیف ہو چلا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر یہ حالت ضعف کی تھی تو پھر قوت کیا ہے، فرمایا قوت یہ ہے کہ آدمی پر کوئی بھی وارد آئے وہ اسے اپنے حال کی قوت سے برداشت کر جائے، وہ وارداں میں کوئی تغیر نہ کپائے خواہ کتنا ہی قوی کیا ہے ہو۔ وجد کے ہاد وہ ظاہر جعلی کی قدرت اس نہاد پر پیدا ہو جاتی ہے کہ مسلسل شود کی حالت میں رہنے کی وجہ سے سب احوال بر ابر ہو جاتے ہیں چنانچہ مسلسل تسلی فرماتے ہیں کہ میری حالت نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یکساں رہتی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلسل ہر حالت میں اپنی قلب کے گمراں اور اللہ کے ساتھ حاضر الذ کرتے، ساع کو بھی نماز پر قیاس کیجئے، جس طرح نماز سے یہ پختہ کار لوگ کوئی تغیر حسوس نہیں کرتے، اسی طرح ساع بھی ان کی حالت میں تغیر نہیں کرتا، وہ لوگ ساع سے پہلے اور بعد میں یکساں رہتے ہیں، ان کا وجد و اگی، ان کی **حکیمی** تعلیم، اور پیشے کا ملسلسل جاری رہتا ہے، ساع سے ان کے حالات میں کوئی کم یا زیادتی پیدا نہیں ہوتی ہے، مشاد و بیوری کسی الگی مجلس میں تشریف لے گئے جاں ایک قول کا رہا تھا اور پکھ لوگ ساع میں مصروف تھے، ان لوگوں نے مشاد و بیوری کو مجلس میں تشریف لاتے دیکھا تو پاٹیں اوب سے خاموش ہو گئے، مشاد و بیوری نے فرمایا تم لوگ اپنا شغل جاری رکھو، بخدا اگر و خدا بھر کے لئے و الحب میرے کاؤں میں اعڑیل دئے جائیں تھے، ان سے نقصان پہنچے، اور نہ ترقی طے، جنید فرماتے ہیں کہ علم کی فضیلت کی موجودگی میں وجد سے نقصان نہیں ہوتا، اور علم کی فضیلت وجد کی فضیلت سے کامل تر ہے، لیکن فضیلت علم کی دوست سے ملاماں ہونے کے باوجود جو لوگ مجلس ساع میں شریک ہوئے ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی عادت نہیں رہی بلکہ وہ محفل اپنے بھائی کی خاطر ہمارے خوش کرنے کے لئے بھی کبھی کبھار ایسی محفوظوں میں شریک ہوتے رہے، بعض لوگ اس نئے ساع کی محفوظوں میں شریک رہے کہ لوگ ان کی کمال قوت کا مشاهدہ کریں، اور یہ بات اپنی طرح جان لیں کہ اعضا کا وجد کرنا کامل نہیں ہے، بلکہ کمال یہ ہے کہ آدمی کا کامل وجد کرے، اور ظاہر سکون ہو، یہ لوگ ان سے منطبق کا طریقہ یہ کہیں اگرچہ وہ اس پر قادر نہ ماحصل کر پائیں تاہم کو خشن فنور کرتے رہیں، ایسے لوگ اگر اتفاق سے غیر بنس کے لوگوں کی کسی مجلس میں شریک ہو جاتے ہیں تو ان کی تحریک صرف جسمانی ہوتی ہے، دل سے وہ لوگ کمیں اور ہوتے ہیں، اور یہ بات صرف ساع کی محفوظوں ہی پر کیا محصر ہے، عام حالات میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ غیر جنسوں سے کسی ضرورت کے وقت ملتے ہیں، مگر یہ اصال جسموں کا ہوتا ہے، دل سے وہ ملکوت کی سیر میں مشغول رہتے ہیں، بعض بزرگوں کے متعلق متفق ہے کہ وہ ساع سنتے تھے، اس کی وجہ بھی کی ہے کہ وہ دائم الوجہ تھے اُنہیں وجود طاری کرنے کے لئے ساع یا کسی دوسری تغیر کی ضرورت نہیں تھی، بعض لوگوں کو ساع میں روحلی لذت نہ لتی تھی اور نہ وہ افہل ہوتے تھے کہ ساع میں شریک ہو کر تفریح طبع کا کچھ سامان کر لیتے، بعض لوگوں نے اسلئے ساع ترک کیا کہ انہیں اپنے ہم مذاق اور ہم